سلسلۂ تاریخ دکن

سلاطینِ معبر

یعنے

ساحل کارومنڈل کے مسلمانوں کی فراموش شدہ سلطنت کا تاریخی حال

جس کو

حکیم سیّد شمس اللہ قادری

ممبر ایشیاٹک، ہسٹاریکل، نومسماٹک سوسائیٹیز

نے

عربی، فارسی، انگریزی کے مستند و معتبر ماخذوں سے تالیف کیا

اور

زیرِ سرپرستی و حسبِ فرمایش آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس

باہتمام محمد مقتدی خاں شروانی

مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ میں طبع ہوا ۱۹۲۸ء ۱۳۴۷ھ

(کانفرنس کے صدر دفتر واقع سلطان جہاں منزل علی گڑھ سے شایع ہوا)

خزینۂ معلومات مفت طلب کیجئے

چندسال سے کانفرنس نے اپنا بک ڈپو قائم کیا ہے، جس میں اردو کے تمام مشہور مصنفین مثلاً سرسید نواب محسن الملک، مولانا حالی، علامہ شبلی نعمانی، حافظ نذیر احمد، شمس العلماء محمد حسین آزاد مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا حاجی محمد حبیب الرحمٰن خاں شروانی (نواب صدر یار جنگ بہادر) وغیرہ کی تصنیفات موجود ہیں جو مناسب نرخ پر فروخت ہوتی ہیں۔

بچّوں اور عورتوں کی تعلیم و تربیت نیز فن تعلیم کے متعلق بھی متعدد معتبر و مفید کتابیں اس بک ڈپو سے مل سکتی ہیں، ان کے علاوہ گزشتہ چند سال میں خود کانفرنس نے جو عمدہ و دلچسپ کتابیں نہایت اہتمام سے حسن کتابت و طباعت کے ساتھ شائع کی ہیں، مثلاً **وقار حیات**، **یاد ایام**، **تاریخ التعلیم**، **فطرت اطفال**، **خطبات عالیہ**، **تاریخ سلاطین معبر** وغیرہ، وہ خصوصیت کے ساتھ مطالعہ کے قابل ہیں، ایک خاص بات یہ ہے کہ عام فائدہ کے خیال سے، باوجود ظاہری و معنوی محاسن کے کانفرنس نے ان کتابوں کی قیمت بہت کم رکھی ہے، یہ سب کتابیں کانفرنس بک ڈپو سے ملتی ہیں اور زیادہ خریداری پر تاجروں کو معقول کمیشن بھی دیا جاتا ہے۔

کانفرنس بک ڈپو میں جو عمدہ و دلچسپ کتابیں ہیں اُن کے تفصیلی حالات اور قیمتیں رسالہ **خزینۂ معلومات** سے معلوم ہونگی۔ صرف ایک کارڈ لکھ دیجئے، رسالہ خزینۂ معلومات جو سو صفحہ سے زیادہ کا ہے، دفتر سے محصول ڈاک لگا کر آپ کی خدمت میں بلا قیمت بھیج دیا جائے گا۔ اس کو پڑھ کر آپ اپنے مذاق و شوق کی کتابیں طلب کر لیجئے **وقار حیات** و **خطبات عالیہ** کا اشتہار اسی کتاب کے ٹائٹل پر صفحہ ۳ و ۴ پر ملاحظہ کیجئے اور ان کتابوں کو خرید کر خود بھی فائدہ اُٹھایئے اور بالواسطہ کانفرنس کی بھی مدد کیجئے۔

ملنے کا پتہ

صدر دفتر کانفرنس، سلطان جہاں منزل، علی گڑھ

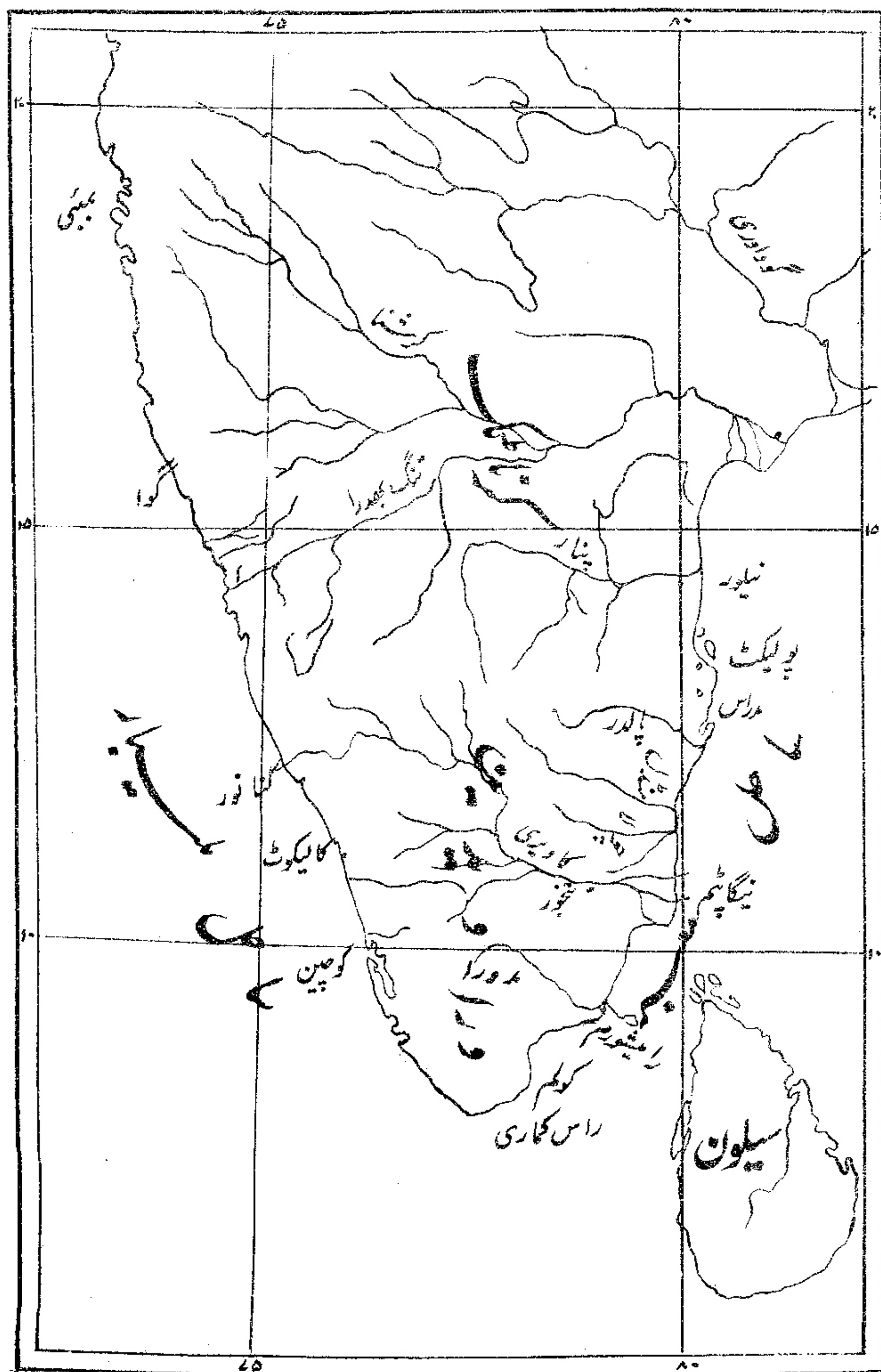
انتساب

جناب مستطاب فضیلت مآب نواب
صدر یار جنگ بہادر مولٰنا الحاج
محمد حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی صدر الصدور
امور مذہبی ممالک محروسۂ سرکار عالی نظام
آنریری سکریٹری آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے
نام نامی و اسم گرامی سے یہ "سلسلۂ تاریخ دکن"
موسوم و منسوب کیا جاتا ہے

۲۰ مارچ ۱۹۲۸ء

حکیم سید شمس اللہ قادری

فہرست مضامین



بمبئی
گوداوری
کرشنا
تنگبهدرا
گوا
پنیار
نیلور
پولیکٹ
مدراس
پالر
کانور
کالیکوٹ
کاویری
تنجور
نیگاپٹم
کوچین
مدورا
رامیشورم
کولم
راس کماری
سیلون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

(۱)

معبر کے جغرافیائی حالات

اہل عرب جنوبی ہند کے مغربی ساحل کو ملیبار اور مشرقی ساحل کو معبر کہتے ہیں[1]۔ معبر کے معنی گھاٹ کے ہیں۔ ساحل عموماً گھاٹ کہلاتے ہیں۔ اس لئے قیاس چاہتا ہے کہ عربوں نے گھاٹ کا ترجمہ کر لیا ہے۔

شریف ادریسی (۵۴۸ھ / ۱۱۵۴ء) کے جغرافیہ میں یہ نام موجود نہیں ہے جس کی بنا پر گمان ہوتا ہے کہ یہ نام چھٹی صدی ہجری کے بعد ایجاد ہوا ہے۔ سب سے قدیم کتاب جس میں یہ نام پایا جاتا ہے۔ عبداللطیف بغدادی (۶۲۹ھ / ۱۲۳۱ء) کا جغرافیۂ مصری ہے۔ اس کے بعد تاریخ و جغرافیہ کی کتابوں میں یہ نام بارہا مستعمل ہوا ہے

---

[1] سلطنت مغلیہ کے بعض درباری مورخوں نے معبر سے ملیبار مراد لیا ہے (آئین اکبری جلد۲) لیکن یہ ایک صریح غلطی ہے اور اس کو الفنسٹن (M. Elphinstone) نے کسی قدر وضاحت کے ساتھ اپنی تاریخ کے ایک حاشیہ میں بیان کیا ہے جو صفحہ (۳۰۸) پر درج ہے نیز دیکھو مارسڈن کا سفرنامہ مارکوپولو صفحہ (۶۲۶)

(Marsden's Marco Polo, p. 627)

چنانچہ ابوالفدا حموی (۷۳۲ھ / ۱۳۳۱ء) اور عبداللہ بن فضل اللہ وصاف (۷۲۸ھ / ۱۳۲۷ء) کی تصنیفات میں بھی یہ نام موجود ہی۔ یہ دونوں مصنف عبداللطیف کے کم و بیش سو سال بعد گزرے ہیں۔

قدیم زمانہ میں دریاے کاویری اور پالار کے درمیان چولا خاندان حکمران تھا۔ اسی مناسبت سے اس خطہ کو ہندو مورخ "چولا منڈل" کہا کرتے تھے جس کے معنی ہیں چولا کا ملک۔ پرتگیزوں نے جب اس سرزمین پر قدم رکھا تو اس نام کو اپنے تلفظ میں "کارومنڈل" (Coromandel) بنا دیا اور اس نام سے جنوبی ہند کے اس ساحل کو پکارنے لگے جو موسلی پٹم سے راس کماری تک پھیلا ہوا ہی۔[۱]

زمانۂ حال کے بعض جغرافیہ نویسوں نے مشرقی ساحل کا نام کرناٹک لکھا ہی۔ لیکن حقیقت میں یہ اُن کی غلطی ہی۔ کیوں کہ کرناٹک، دکن کے اس علاقہ کا نام ہی جہاں کنڑی زبان بولی جاتی ہی۔ برخلاف اس کے مشرقی ساحل (معبر) کے باشندے ٹامل زبان بولتے ہیں۔ کرناٹک دریاے کرشنا کے جنوب میں کوہستانی سلسلوں کے درمیان واقع ہی۔ اس کی جنوبی حد اس مفروضہ خط سے قرار دی جاتی ہی جو پولیکٹ سے بنگلور اور گوا تک کھینچا جائے۔ اس کے جنوب میں جانب مشرق معبر اور جانب مغرب ملیبار کے ساحل واقع ہیں۔ ان کے درمیان ڈراوڈیوں کا ملک ہی جسے انگریزوں نے اپنی کتابوں میں ٹامل کنٹری (Tamil Country) لکھا ہی اور اس میں خود معبر کا علاقہ بھی شامل ہی۔[۲]

ابوالفدا نے لکھا ہی کہ ملیبار، راس کماری پر ختم ہوتا ہی اور یہاں سے معبر شروع ہوجاتا ہی جس کی حد نیلور تک ہی۔[۳] مورخ وصاف نے بھی اس کے حدود کی یہی تصریح کی ہی۔ وہ بیان کرتا ہی کہ معبر کولم سے شروع ہوکر نیلور پر ختم ہوتا ہی اور اس کی لمبائی تین سو فرسخ کے قریب ہی۔[۴] پرتگیز اور

---

[۱] Sir Elliots' Coins of S. India

[۲] Elphinstone's History of India, p. 325

[۳] تقویم البلدان۔ ذکر ہندوستان   [۴] تاریخ وصاف جلد چہارم صفحہ ۲۶

فرانسیسی سیاحوں نے بھی کسی قدر اختلاف کے ساتھ وہی حدود بیان کئے ہیں جو اوپر مذکور ہوئے ہیں۔ موسیو تھیونو (Thevenot) جس نے ۱۰۶۶ھ/۱۶۵۵ء سے ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء تک ہندوستان میں سفر کیا ہے لکھتا ہے کہ عام لوگ کارومنڈل کی حد راس ناگاپٹم سے راس موسلی پٹم تک سمجھتے ہیں[1] مگر بعض مصنفین نے اسے اور آگے تک بیان کیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ علاقہ راس کماری سے شروع ہو کر دریائے کرشنا کے شمال میں اوڑیسہ تک چلا گیا ہے۔

(۲)

معبر کے قدیم حالات

اسلامی تسلط سے پہلے معبر میں ہندوؤں کی دو سلطنتیں قائم تھیں۔ شمال میں چولا خاندان حکمراں تھا جس کا ذکر راجہ اشوک (۲۶۹ ق م – ۲۳۲ ق م) کے کتبوں میں بھی آیا ہے۔ ان کی مملکت کے شمال میں پنار اور جنوب میں ویلار کے دریا بہتے تھے۔ مشرق میں سمندر اور مغرب میں کورگ کا علاقہ واقع تھا۔ یہ خاندان نہایت قدیم زمانہ سے نویں صدی عیسوی تک حکمراں رہا ہے۔ ابتدا میں اس کا دارالسلطنت اُرایور تھا جس کو قدیم ترچناپلی بھی کہتے ہیں۔

اس خاندان میں راجہ راج دیو (۳۷۵ھ/۹۸۵ء – ۴۰۹ھ/۱۰۱۸ء) بڑا نامی گرامی فرماں روا ہے جس کے زمانہ میں جنوبی ہندوستان کے تمام راجہ مطیع ہوگئے تھے۔ اس نے قدیم دارالسلطنت کی بجائے تنجور کو اپنا مستقر حکومت مقرر کیا اور وہاں ایک عظیم الشان مندر تعمیر کرایا اور اس کی دیواروں پر اپنی فتوحات کی تصاویر کندہ کرائیں۔ یہ مندر اپنے بانی کی گزشتہ عظمت و شان یاد دلانے کے لئے اب تک موجود ہے۔

راجہ راج دیو کی پوتی سے دنگی کے چلوکیا راجہ وملادیتہ نے شادی کی جس کے بطن سے

---

[1] سیاحت نامہ موسیو تھیونو طبع آگرہ ص ۱۱۲

راجندر تولد ہوا جو ۱۰۴۴ء ۱۰۶۳ء میں کالوتنگا کے لقب سے اپنے باپ کا جانشین ہوا اور اس کے چار سال بعد چولا کی حکومت پر قابض ہو کر اپنا دار السلطنت تنجور سے کانچی میں تبدیل کر دیا جو مدراس کے قریب واقع ہے اور اس طرح پر چولا سلطنت چلوکیا خاندان میں منتقل ہو گئی۔

دوسری سلطنت پانڈیا خاندان کی تھی۔ یہ لوگ انتہائے جنوب میں حکمراں تھے۔ قدیم زمانے میں ان کا دار السلطنت کورکائی تھا جو دریائے تامرپرنی کے دھانے پر ضلع تینا ولی میں واقع ہے۔ اس کے بہت عرصہ بعد ان لوگوں نے مدورا کو اپنا مستقر بنایا جس کو مورخین اسلام شہر پانڈی کہتے تھے اور جو امتداد زمانہ سے بگڑتے بگڑتے فارسی کتابوں میں ماڈی یا منڈی ہو گیا ہے۔

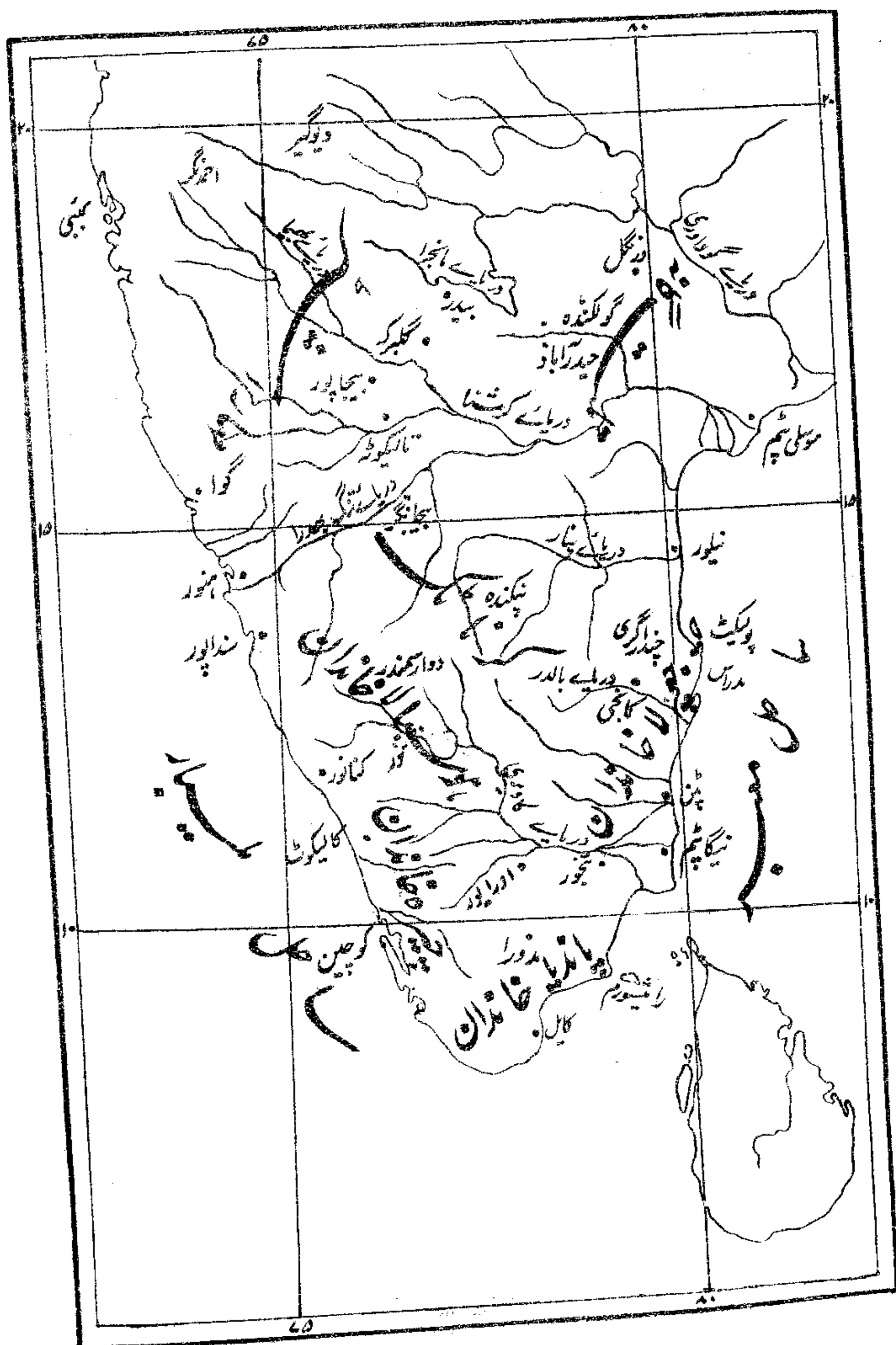
جناب مسیح سے صدیوں پہلے اس خاندان کی بنیاد پڑ چکی تھی۔ اس واقعہ کی صحیح تاریخ بتانا مشکل امر ہے۔ تاہم اس کی قدامت ایک سنگلی تصنیف سے بخوبی ثابت ہوتی ہے جس کا نام مہاونس ہے اور جس میں سیلون کے تاریخی حالات مرقوم ہیں۔ اس میں لکھا ہے کہ سیلون کا پہلا راجہ ویجایا جب اس جزیرہ میں آکر بر سر حکومت ہوا تو اس نے پانڈیا راجہ کی دختر سے شادی کی۔ ویجایا کس زمانہ میں گزرا ہے اس کا تعین کرنا مشکل امر ہے لیکن یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ وہ بودھ کی وفات (۵۴۳ ق م) سے مدت پہلے بر سر حکومت ہوا تھا۔

سائلوکس نیکٹر (Seleukos Nikatar) کے سفیر میگاس تھینز (Megastheanes) نے بھی جو جناب مسیح سے قریباً تین سو سال پہلے راجہ چندر اگپت (۳۲۱ ق م – ۲۹۷ ق م) کے دربار میں آیا تھا اس خاندان کا ذکر کیا ہے۔ اسٹرابو (Strabo) نے لکھا ہے کہ پانڈیا خاندان کے ایک راجہ نے جناب مسیح سے تیس سال پہلے رومی قیصر اگسٹس (Augustus) کے دربار میں اپنا سفیر بھیجا تھا[1]

---

[1] چولا اور پانڈیا خاندانوں کی تاریخ پر بہترین معلومات کتب ذیل میں تحریر ہیں:

Aiyangar's Ancient India, London, 1900
Smith's Early History of India



٧٥
٨٠
٢٠
١٥
١٠
بمبئی
احمدنگر
دیوگیر
دریائے مانجرا
بیدر
ورنگل
گولکنڈہ
حیدرآباد
گلبرگہ
بیجاپور
دریائے کرشنا
تالیکوٹہ
مسولی پٹم
گوا
بیجانگر
دریائے پنار
نیلور
ہنور
پنکنڈہ
پولیکٹ
چندرگری
مدراس
سنداپور
دوارسمندر
دریائے پالار
کانجی
کنانور
کالیکوٹ
نیگاپٹم
تنجور
کوچین
مدورا
رامیشورم
کایل

ان دونوں سلطنتوں کے ساتھ قدیم زمانہ سے رومیوں کے تعلقات قائم تھے اور ان کے تجارتی جہاز ایشیائے صغریٰ سے نکل کر معبر کے ساحل پر لنگر انداز ہوا کرتے تھے۔ معبر کا سب سے بڑا رومی بندرگاہ کاویری پٹنم تھا جو دریائے کاویری کے شمالی دہانہ پر آباد تھا اور مدت ہوئی تباہ و برباد ہو کر ریت میں دب گیا ہے۔[ت]

رومی تجار نے معبر کے بعض شہروں میں آباد ہو کر اپنی نوآبادی قائم کر لی تھی اور ان کی وجہ سے روم کے ٹیبری کا ایک سکہ جس کا نام اردی تھا یہاں رائج ہو کر لین دین میں مستعمل ہو گیا تھا اور یہ سکہ بھی رومیوں کے لئے مدورا میں بھی مضروب کیا جاتا تھا۔[ٹ]

(۳)

معبر پر مسلمانوں کا تسلط

چودہویں صدی کے اوائل میں دکن میں ہندوؤں کی بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم تھیں۔ دیوگیری میں یادو، ورنگل میں کاکتیا، کرناٹک میں ہوسیالا، تنجور میں چولا، مدورا میں پانڈیا خاندان حکومت کر رہے تھے۔ ۶۹۳ھ / ۱۲۹۴ء میں سلطان علاء الدین خلجی نے اس نظام میں خلل ڈالا۔ اس بادشاہ نے سب سے پہلے دیوگیری پر حملہ کیا۔[ث] ۷۰۳ھ / ۱۳۰۳ء میں ورنگل کو فتح کرنے کی کوشش کی۔[ج] ۷۰۶ھ / ۱۳۰۶ء میں دوسری مرتبہ دیوگیری پر حملہ ہوا۔[ح] ۷۰۹ھ / ۱۳۰۹ء میں بادشاہ نے ملک کافور کو لشکر جرار دے کر جنوب کی جانب روانہ کیا۔ اس نے سب سے پہلے ورنگل کے راجہ کو مطیع کیا۔[خ]

ت Aiyangar's Ancient India, London, 1900
Smith's Early History of India

ٹ R. Sewell's Roman Coins Found in India
J. R. A. S. 1904. p. 591

ث تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۲۱۰ ج ایضاً ج ۲ صفحہ ۲۴۱ ح ایضاً ج ۲ صفحہ ۲۴۲ خ ایضاً ج ۲ صفحہ ۲۴۴

اس کے بعد دوار سمندر پر قبضہ کرکے ہوسیالا خاندان کو خراج گزار بنایا۔ پھر معبر اور ملیبار کو تسخیر کرتا ہوا انتہائے جنوب تک چلا گیا۔[1] لڑائیوں کا یہ سلسلہ ۷۱۲ھ / ۱۳۱۲ء تک جاری رہا۔[2] اور فتوحات کے اس سیلاب نے قدیم ریاستوں کو بیخ و بنیاد سے ہلا دیا اور وہ سب تباہ ہونے کے قریب ہوگئیں۔

ملک کافور نے معبر پر جو فوج کشی کی ہے مورخ فرشتہ نے اس کا حال نہایت تفصیل سے لکھا ہے جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ علاء الدین نے ۷۰۹ھ / ۱۳۰۹ء میں ملک کافور کو کرناٹک کی فتح کے لئے بھیجا۔ ملک کافور دہلی سے دیوگیری میں آیا اور یہاں سے تین مہینے سفر کرنے کے بعد کرناٹک پہونچا۔ یہاں کے راجہ بلدل دیو سے لڑائی ہوئی۔ مسلمان آگے بڑھتے ہوئے دوار سمندر تک چلے گئے۔ جب یہ مقام فتح ہوگیا تو ملک کافور نے معبر کا رخ کیا۔ مدورا اس علاقہ کا دارالسلطنت تھا اور ویرا پانڈیا یہاں کا راجہ تھا۔ راجہ سے جب مقابلہ نہ ہوسکا تو جنگل میں بھاگ گیا۔ مسلمانوں نے مدورا پر قبضہ کرلیا۔ یہاں سے نکل کر ملک کافور سیت بندر رامیشورم تک چلا گیا اور وہاں ایک مسجد بنوائی اور اس میں علاء الدین کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ یہ مسجد جہانگیر بادشاہ (۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء – ۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۷ء) کے زمانہ تک موجود اور مسجد علائی کے نام سے مشہور تھی۔ مسلمانوں نے جب مدورا کو فتح کیا تو تین سو بارہ ہاتھی بیس ہزار گھوڑے۔ چھیانوے ہزار من سونا۔ جواہرات اور موتیوں کے بے شمار صندوق غنیمت میں ہاتھ آئے۔ ان کے علاوہ وہ خزانے اور دفینے تھے جو اثناء راہ میں مل گئے تھے۔ ملک کافور یہ تمام مال و دولت ساتھ لے کر ۷۱۱ھ / ۱۳۱۱ء میں دہلی کو واپس آیا۔[3]

ملک کافور کی واپسی کے بعد دیوگیری اور کرناٹک میں فساد برپا ہوگیا جس کی مدافعت کے لئے ۷۱۲ھ / ۱۳۱۲ء میں ملک کافور پھر دکن پر حملہ آور ہوا۔ سب سے پہلے دیوگیری کو فتح کرکے وہاں کے راجہ سنگل دیو کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد گلبرگہ، رائچور، مدگل، رابل، دوار سمندر وغیرہ پر

---

[1] مترجمہ الفنسٹن ج ۲ ص ۴۲۵ [2] ایضاً ج ۲ ص ۴۲۶

[3] تاریخ فرشتہ جلد اول ص ۱۳۰

تلنگانہ، کرناٹک اور معبر کے راجاؤں نے اطاعت قبول کرکے خراج دینے کا وعدہ کیا تھا، اس لئے انہیں ان کی حکومت پر بحال کر دیا۔[1]

ملک کافور کی یورشوں کے بعد سلاطین دہلی نے پانچ سال تک دکن کی طرف توجہ نہیں کی۔ اس لئے جنوب کے راجاؤں اور زمینداروں نے خودسری اختیار کرلی۔ اس عرصہ میں سلطان علاء الدین خلجی کا انتقال ہوگیا اور اس کے بجائے اس کا جانشین قطب الدین مبارک شاہ (۷۱۶ھ/۱۳۱۶ء - ۷۲۰ھ/۱۳۲۰ء) برسر حکومت ہوا۔ اس نے بذات خود دیوگیری میں آکر یہاں کی بغاوت فرو کی اور یہاں سے خسرو خاں کو فتح کیلئے معبر کی جانب روانہ کیا۔ خسرو خاں تلنگانہ سے ہوتا ہوا معبر پہنچا اور قریباً ایک سال وہاں مقیم رہ کر سارے ملک کو فتح کرلیا۔ اسی زمانہ میں اس نے ارادہ کیا کہ بغاوت کرکے جیسے خود بادشاہ بن بیٹھے۔ مگر ملک تلبغہ حاکم کوا، ملک تیمور حاکم چندیری، ملک گل وغیرہ امرا جو اس کے ساتھ تھے، یہ راز سمجھ گئے۔ خسرو خاں جب مجبور ہوگیا تو اپنے ارادے سے باز آکر دہلی چلا آیا اور انتظام کے لئے اس ملک میں بہت سے شاہی امرا چھوڑ دیئے۔ اس فتح کے بعد سلاطین دہلی کی طرف سے معبر میں حکام مقرر ہوکر آنے لگے۔ لیکن افسوس ہے کہ قطب الدین کے زمانے سے معبر کی بغاوت تک اس ملک میں کس قدر حکام دہلی سے آئے ان کا حال کسی تاریخ میں نہیں ملتا۔

قطب الدین مبارک شاہ کی وفات کے چار سال بعد محمد تغلق (۷۲۵ھ/۱۳۲۴ء - ۷۵۲ھ/۱۳۵۱ء) دہلی میں تخت نشین ہوا۔ محمد تغلق ایک عجیب وغریب اور نادرۂ روزگار آدمی تھا۔ اس میں متضاد صفات جمع تھے اور اس کی ہر بات فوق العادت تھی۔ وہ بڑا فیاض اور حاتم دل تھا، خصوصاً اہل ہنر کی بڑی قدر کرتا تھا۔ اس نے مریضوں کے لئے شفا خانے، بیواؤں اور یتیموں کے لئے خیرات خانے کھولے تھے۔ اس کو بہت سے علوم میں دستگاہ حاصل تھی منطق، ہیئت، ریاضیات اور فلسفۂ یونان

---

[1] تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۱۳۰

[2] تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۱۰۰

میں مہارت رکھتا تھا۔ فرائض مذہبی کا بھی سختی سے پابند تھا۔ بایں ہمہ اس کے دل میں نام کو رحم نہ تھا۔ بندگان خدا کا خون بہانا اُس کے نزدیک ایک معمولی بات تھی۔ جب کبھی اس طرف متوجہ ہوتا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انسانی نسل کو دنیا سے نیست ونابود کر دے گا۔[1]

ایک دفعہ مغلوں نے ہندوستان پر حملہ کیا تو محمد تغلق نے ان سے لڑائی نہیں کی بلکہ بے شمار دولت دے کر واپس کر دیا۔ اس کے بعد اُس نے ایران کی تسخیر کا ارادہ کیا اور اس کی تکمیل کے لئے تین لاکھ ستر ہزار کی فوج تیار کی لیکن جب ان لوگوں کو تنخواہ نہیں ملی تو اُنھوں نے ملک میں لوٹ مار مچادی پھر اس نے چین پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا اور ایک لاکھ سپاہی ہمالیہ کی طرف بھیج دیئے جہاں سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ ان بے جا مصارف سے جب خزانہ خالی ہو گیا تو بادشاہ کو دولت جمع کرنے کا خیال پیدا ہوا اور اس غرض سے ایک کم قیمت پیتل کا سکّہ بنا کر سونے کی قیمت پر چلانا چاہا مگر جب اس کو رواج نہ ہو سکا تو اس نے رعایا پر بھاری بھاری محصول لگا دیئے جس کی وجہ سے زراعت برباد ہو گئی۔ کاشتکاروں نے کاروبار چھوڑ دیا۔ رعایا بھوکوں مرنے لگی۔

ہمالیہ سے راس کماری تک تمام ہندوستان محمد تغلق کے قبضہ میں تھا۔[2] ۷۳۴ھ / ۱۳۳۳ء میں بادشاہ نے غیاث الدین پر چڑھائی کرکے بنگالہ فتح کر لیا۔ ۷۳۴ھ / ۱۳۳۳ء اور ۷۳۷ھ / ۱۳۳۶ء میں ورنگل دوار سمندر

لہ Thomas's Chronicles, p.203

ٹہ حسب ذیل ممالک محمد تغلق کے مقبوضات میں شامل تھے :-

(۱) ہندوستان	(۲) گجرات
(۳) مالوہ	(۴) مرہٹ (دیوگیر)
(۵) تلنگ	(۶) کنپلہ
(۷) دھورسمندر	(۸) معبر و ملیبار
(۹) لکھنوتی	(۱۰) سات گانو
(۱۱) سنار گانو	(۱۲) ترہٹ

تلنگانہ وغیرہ مقامات کو مفتوح ہوگئے۔ ۷۴۸ھ (۱۳۴۷ء) میں گجرات تسخیر ہوگیا لیکن یہ فتوحات حقیقت میں مستحکم نہیں تھے کیوں کہ بادشاہ جب ایک ملک کو فتح کرتا تو دوسرے میں بغاوت ہوجاتی تھی۔ غرض بغاوتوں کا سلسلہ اس کی وفات تک برابر جاری رہا اور اس عرصہ میں سلطنت دہلی کے اکثر صوبے باغی اور خودمختار ہوگئے۔

محمد تغلق کے عہد میں نربدا کے نیچے تین نئی سلطنتیں قائم ہوئیں۔ ان میں ایک سلطنت ہندوؤں اور دو مسلمانوں کی تھیں۔ ۷۲۷ھ (۱۳۲۶ء) میں جب کمپیلہ فتح ہوگیا تو محمد تغلق نے ملک نائب کو وہاں کا حاکم مقرر کیا لیکن اس سے جب انتظام نہ ہو سکا تو بادشاہ نے ملک پھر ہندوؤں کے حوالہ کردیا اور ہری ہر کو راجہ اور اس کے بھائی بکا کو وزیر مقرر کیا۔ ہری ہر اور بکا ورنگل کے رہنے والے تھے۔ ۷۲۳ھ (۱۳۲۳ء) میں جب ورنگل تباہ ہوگیا تو دونوں بھائی بھاگ کر اناگندی میں پہنچے جس کا نام فرشتہ نے کمپیلہ لکھا ہے اور یہاں انھوں نے نوکری کر لی۔ ترقی کرتے کرتے ایک تو وزیر اور دوسرا خزانچی ہوگیا۔ ہری ہر جب راجہ مقرر ہوا تو اُس نے اپنے مذہبی پیشوا مادھو آچاریہ کی امداد سے جس کا لقب ودیارانیا یعنی علم کا جنگل تھا، دریائے تنگبھدرا کے جنوبی کنارے ایک نئے شہر کو آباد کرکے اسے اپنا مستقر حکومت بنایا اور اس کا نام ودیا جنا رکھا جو کثرت استعمال سے بیجانگر ہوگیا۔ ہری ہر کے بعد اس کا بھائی بکا تخت نشین ہوا جس نے ۲۳ سال حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ہری ہر دیو برسرحکومت ہوا جس کا لقب ہری ہر دوم ہے[1]۔

سلطنت بیجانگر روز بروز برق و باد کی طرح نشوونما ہوتا گیا۔ ابن بطوطہ جس نے ۷۳۴ھ (۱۳۳۳ء) سے ۷۵۴ھ تک ہندوستان میں سیاحت کی ہے بیان کرتا ہے کہ ہند کے مغربی ساحل کا ایک رئیس بیجانگر کے راجہ ہری ہر کا باج گزار تھا[2]۔ اس کے ایک سو سال بعد ایران کے بادشاہ ابوسعید مرزا کا سفیر عبدالرزاق بیجانگر میں آیا تھا۔ اس نے لکھا ہے کہ بیجانگر کی سلطنت میں جنوبی ہندوستان کا

---

[1] Sewell's Vijayanagar

[2] [illegible]

تمام ملک شامل ہی، اس کی وسعت ایک سمندر سے دوسرے سمندر تک پھیلی ہوئی ہی اور سیلون سے گلبرگہ تک، تمام ملک پر اس کا قبضہ ہی[1] اس زمانہ میں مسلمان خانہ جنگیوں میں مصروف تھے جس کی وجہ سے ہری ہر اور اس کے جانشینوں کو توسیع ملک کا خوب موقع مل گیا اور کنپلیہ کی چھوٹی سی سلطنت آن واحد میں حیرت انگیز ترقی کرکے بیجانگر کی عظیم الشان سلطنت بن گئی۔

جس زمانہ میں بیجانگر آباد ہوا ہی قریب قریب اسی زمانہ میں سید حسن نے بغاوت کرکے معبر میں اپنی خود مختار حکومت قائم کرلی۔ اس کے قریباً آٹھ سال بعد دولت آباد میں بغاوت ہوئی محمد تغلق نے اگرچہ دو سال تک امرائے دکن سے مقابلہ کیا۔ لیکن اُن کا استیصال نہ کرسکا۔ بالآخر ۷۴۶ھ/۱۳۴۵ء میں بمقام گلبرگہ علاء الدین حسن، بادشاہ بن بیٹھا اور اس سے ایک نئے خاندان بہمنیہ کی بنیاد پڑی جنھوں نے ایک سو چالیس سال تک دکن کے شمالی علاقہ میں سلطنت کی۔

(۴)

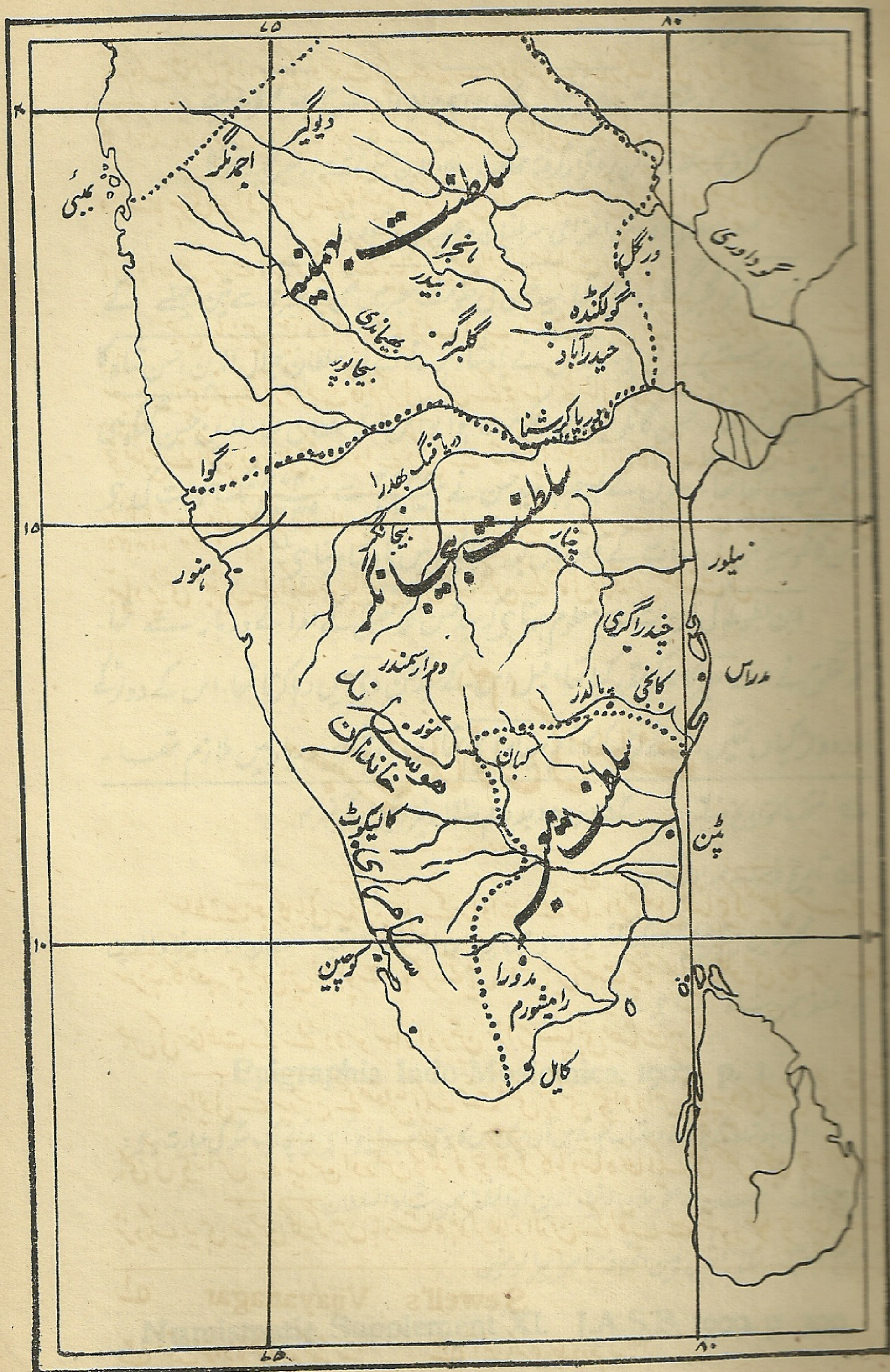
معبر میں مسلمانوں کی سلطنت

سلطنت معبر کا بانی سید حسن کیتھلی کے سادات سے تھا[2]۔ ابوالفضل لکھتا ہی کہ کیتھلی سرکار سرہند کا قصبہ ہی جس میں راجپوت رہا کرتے ہیں۔ اس میں خشت پختہ کا ایک قلعہ بھی بنا ہوا ہے جس کی حفاظت کے لئے دو سو سوار اور تین ہزار سپاہی تعینات ہیں[3]۔

بدایونی سے سید حسن کے متعلق ایک سخت غلطی ہوگئی ہی اور اس کی پیروی بعض دیگر مورخین نے بھی کی ہی۔ اس نے سید حسن اور حسن گانگو کو جو گلبرگہ کا بادشاہ تھا ایک ہی شخص سمجھا ہی۔ اس کے نزدیک یہ ہی سید حسن گلبرگہ میں بادشاہ ہوکر علاء الدین کے لقب سے مشہور ہوا ہی۔ چنانچہ

ف۱ Sewell's Vijayanagar

ف۲ منتخب التواریخ طبع لکھنؤ صفحہ ۲۰ ف۳ آئین اکبری جلد دوم صفحہ ۱۶۱



۷۵
۸۰
۱۵
۱۰
بمبئی
احمد نگر
دیوگیر
سلطنت بہمنیہ
بیدر
گلبرگہ
بیجاپور
گولکنڈہ
حیدرآباد
ورنگل
گوداوری
دریائے کرشنا
گوا
دریائے تنگ بھدرا
سلطنت بیجانگر
بیجانگر
ہنور
نیلور
چندراگری
کانچی
مدراس
دوارسمندر
کالیکٹ
کوچین
مدورا
رامیشورم
کایل
پٹن

ن کے خاص الفاظ یہ ہیں :-

"درسنہ ۷۴۲ھ سید حسن کیتھلی پدر ملک ابراہیم خریطہ دار سلطان کہ بہ حسن گانگو شہورت

وآخر کار سلطنت دکن بر و قرار گرفتہ مخاطب بہ علاء الدین بہمنی گشتہ در معبر بجہت ضوابط

صعب سلطانی و قوانین اختراعی سر طغیان و عصیان بر آورد[1]"

حسن گانگو گلبرگہ کا بادشاہ تھا۔ سید حسن کی حکومت معبر میں تھی جو گلبرگہ سے تین مہینے کے

دور دراز راستہ پر واقع ہے۔ سید حسن نے بادشاہ ہونے کے بعد سلطان جلال الدین احسن شاہ کا

لقب اختیار کیا تھا[2]۔ حسن گانگو جب بر سر حکومت ہوا تو اس نے سلطان علاء الدین حسن گنگوہی

بہمنی لقب رکھا تھا[3]۔ سکوں کے بموجب سید حسن نے ۷۳۶ھ / ۱۳۳۶ء سے ۷۴۰ھ / ۱۳۳۹ء تک حکومت کی ہے

حسن گانگو سید حسن کی وفات کے آٹھ سال بعد ۷۴۸ھ / ۱۳۴۷ء میں بادشاہ بنا ہے[4]

ابن بطوطہ کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ سید حسن محمد تغلق کے امرائے دربار سے تھا۔ محمد تغلق نے اسے معبر کا حاکم مقرر کیا تھا، قبل اس کے سید حسن دہلی میں رہا کرتا تھا۔ اس کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ بڑے لڑکے کا نام سید ابراہیم تھا۔ وہ بادشاہی دربار میں ملازم تھا۔

---

۱ منتخب التواریخ صـ۲۶ ۔ ۲ ابن بطوطہ جلد دوم صـ۱۶۱ و نیز دیکھو سکہ نمبر ۴

۳ تاریخ فرشتہ جلد اول صـ۲۷۷

گلبرگہ میں ۷۵۴ھ / ۱۳۵۳ء کا ایک کتبہ موجود ہے جس میں اس بادشاہ کا لقب "سلطان علاء الدنیا والدین

ابو المظفر بہمن شاہ" کندہ ہے۔

Epigraphia Indo-Moslemica, 1907, p. 1

اس بادشاہ کے جو سکے دستیاب ہوئے ہیں ان پر بھی اس کا یہی لقب پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک سکہ کی عبارت یہ ہے :

رخ اول - السلطان الاعظم علاء الدنیا والدین ابو المظفر بہمن شاہ السلطان

رخ دوم - سکندر الثانی یمین الخلافہ ناصر امیر المومنین

Numismatic Supplement XI. J.A.S.B, 1909, p 309

خریطہ دار کی خدمت اس کے تفویض تھی۔ بادشاہ کے کاغذات اس کے پاس رہا کرتے تھے۔ کچھ عرصے کے بعد بادشاہ نے ہانسی اور سرسہ کا حاکم بنا دیا تھا۔ سید حسن کی بغاوت کے بعد سید ابراہیم نے بھی اپنے علاقہ میں بغاوت کرنا چاہی لیکن جب اُس کے ارادہ سے بادشاہ کو اطلاع ہو گئی تو بادشاہ نے اُسے قتل کرا دیا[۱]۔ سید حسن کی بڑی لڑکی جس کا نام حور نسب تھا مشہور سیاح ابن بطوطہ سے منسوب تھی۔ دھلی میں اس کا نکاح ہوا تھا۔ وہ نہایت نیک بخت بی بی تھی' رات کو تہجد پڑھتی تھی' پڑھنا بھی جانتی تھی لیکن لکھنا نہیں آتا تھا۔ دوسری لڑکی معبر کے بادشاہ سلطان غیاث الدین دامغان شاہ سے منسوب تھی اور سید حسن کی وفات کے بعد معبر میں اس کا نکاح ہوا تھا[۲]۔

سید حسن کی بغاوت اور خود مختار ہونے کا حال مورخ فرشتہ نے اس طرح تحریر کیا ہے:

"بہرام خاں کی وفات کے بعد ملک فخرالدین نے بنگالہ میں بغاوت کی قدر خاں کو قتل کر کے لکھنوتی کے خزانہ کو لے لیا اور لکھنوتی' ستارگانو وساتگام وغیرہ مقامات پر قبضہ کرلیا۔ اس وقت بادشاہ قنوج میں قتل و غارت کر رہا تھا۔ اسی دوران میں معبر سے خبر آئی کہ سید حسن پدر سید ابراہیم خریطہ دار نے وہاں خودسری اختیار کی ہے اور بادشاہی عمال و امرا کو مار کر ملک پر قبضہ کرلیا ہے۔ بادشاہ فخرالدین کو اسی حالت میں چھوڑ کر قنوج سے دہلی چلا آیا اور یہاں سید ابراہیم اور سید حسن کے قرابت داروں کو قید کر کے لشکر کی تیاری میں مصروف ہوا۔

۷۴۲ھ / ۱۳۴۱ء میں بادشاہ لشکر لے کر معبر کی جانب روانہ ہوا جب دیوگیری میں پہنچا تو وہاں کے عمال سے بڑی بڑی رقمیں طلب کیں اور اس علاقہ کا خراج بھی بھاری مقرر کیا اور اس کے وصول کرنے پر سخت گیر آدمی تعینات کئے۔ جس کے سبب سے بہت سے آدمیوں نے جان دیدی اس کے بعد خواجہ جہاں کو نائب بنا کر دھلی روانہ کیا اور خود تلنگانہ کی راہ سے معبر کی جانب کوچ کرنے لگا۔ جب ورنگل میں پہنچا تو لشکر میں وبا شروع ہوئی۔ کثرت سے

---

[۱] ابن بطوطہ صفحہ ۱۶۸ [۲] ابن بطوطہ صفحہ ۳۵۶

آدمی مریض ہو گئے۔ چند بڑے بڑے سردار مر گئے۔ خود بادشاہ بھی بیمار ہو گیا۔ جس کے
سبب سے بادشاہ نے معبر جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ ملک نائب اور عماد الملک وزیر کو
تلنگانہ میں چھوڑ کر خود دولت آباد کو واپس چلا آیا۔[۱]"

ابن بطوطہ نے بھی اس بغاوت کے وہی حالات لکھے ہیں جو فرشتہ کی تحریر میں مذکور ہیں لیکن ان میں صرف اس قدر اختلاف ہے کہ ابن بطوطہ نے ورنگل کے بجائے بمقام بیدر لشکر میں وبا پھیلنا لکھا ہے اور اسی جگہ سے بادشاہ کا واپس ہونا بیان کرتا ہے۔[۲]

محمد تغلق کے حالات میں مورخ ضیاء الدین برنی کی تاریخ سب سے زیادہ معتبر مانی جاتی ہے کیونکہ یہ شخص محمد تغلق کے ندیمان خاص سے تھا اور اس نے اپنی تاریخ بادشاہ کی وفات کے تھوڑے ہی مدت بعد لکھی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس نے کسی واقعہ کا سنہ نہیں لکھا ہے۔ اس لئے سید حسن کے خود مختار ہونے کا زمانہ کسی ہم عصر مورخ کی تحریر سے معین کرنا محال ہے۔ مورخ فرشتہ اور بدایونی نے اس واقعہ کا ۷۴۲ھ/۱۳۴۱ء میں سرزد ہونا لکھا ہے۔ لیکن[۳] بظاہر یہ تاریخ غلط معلوم ہوتی ہے وجہ یہ ہے کہ بیرونی شہادتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ۷۳۷ھ/۱۳۳۶ء سے پہلے سید حسن خود مختار ہو گیا تھا۔

(۱) سید حسن کے بہت سے سکے دستیاب ہوئے ہیں جن پر ۷۳۸ھ مسکوک ہے اور یہ اس امر کی ثبوت ہیں کہ ۷۳۵ھ میں سید حسن خود مختارانہ حکومت کر رہا تھا۔

(۲) فرشتہ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ جس زمانہ میں ملک فخر الدین نے بنگالہ میں بغاوت کی ہے اس زمانہ میں سید حسن نے معبر میں اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کیا ہے۔ مسٹر ایڈورڈ ٹامس نے اپنی تاریخ میں فخر الدین کے ایک ایسے سکہ کا ذکر کیا ہے جس پر ۷۳۷ھ/۱۳۳۶ء مسکوک ہے اور اس کی عبارت حسب ذیل ہے۔[۴]

---

۱ تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۱۳۷ ۲ ابن بطوطہ صفحہ ۱۶۱ و ۱۶۲ ۳ تاریخ فرشتہ صفحہ ۱۳۷ و منتخب التواریخ صفحہ ۶۰

۴ Thomas's Chronicles, p. 263

السلطان الاعظم
فخر الدنیا والدین
ابو المظفر مبارک شاہ
السلطان

یمین الخلیفہ
ناصر امیر
المومنین
ضرب ہذہ السکۃ بحضرت جلال
سنارگانو سنہ سبع و ثلثین
و سبع مائۃ

اس سکہ سے ظاہر ہوتا ہی کہ فخر الدین ۷۳۷ھ / ۱۳۳۶ء میں باغی ہو کر خود مختار ہو گیا تھا۔ پس یہ ہی زمانہ سید حسن کی بغاوت اور خودسری کا قرار پاتا ہی۔

(۳) مورخ فرشتہ بیان کرتا ہی کہ محمد تغلق جب معبر کی مہم سے دھلی میں واپس آیا تو ہندوستان میں سخت قحط تھا۔ اس لئے بادشاہ دریائے گنگا کے کنارے ایک عارضی کیمپ قائم کر کے سکونت پزیر ہوا اور اس کا نام سرگ دواری رکھا۔[1] ابن بطوطہ نے لکھا ہی کہ بادشاہ اڑھائی سال سرگ دواری میں مقیم رہا۔ اس کے بعد دہلی چلا آیا۔[2] بدایونی کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ اس جگہ تین سال تک بادشاہ کا قیام رہا۔[3] ضیائے برنی نے لکھا ہی کہ بادشاہ جب سرگ دواری سے دہلی آیا تو اپنے نام کے بجائے خلیفہ کے نام سے سکے مضروب کرائے۔[4] ایڈورڈ ٹامس نے اپنی تاریخ میں سلطان محمد تغلق کے ایک ایسے سکہ کا ذکر کیا ہی جس پر خلیفہ کا نام اور ۷۴۱ھ / ۱۳۴۰ء مسکوک ہی۔[5] اور اس سے ثابت ہوتا ہی کہ بادشاہ ۷۳۸ھ / ۱۳۳۷ء - ۷۳۹ھ / ۱۳۳۸ء اور ۷۴۰ھ / ۱۳۳۹ء میں سرگ دواری

۱؎ تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۳۳۹ ۲؎ ابن بطوطہ ج ۲ ص ۱۳۸ ۳؎ منتخب التواریخ ص ۶۰ ۴؎ تاریخ فیروزشاہی ص ۴۹۲

۵؎ Thomas's Chronicles p. 259

اس سکہ پر ذیل کی عبارت منقوش ہی:

فی زمان الامام المستکفی
باللہ امیر المومنین ابو الربیع
سلیمان خلد اللہ خلافتہ

ضرب ہذہ الدینار
الخلیفتی الدھلی فی شہور
سنہ احدی واربعین وسبع مائۃ

[illegible] وہاں سے ۷۴۱ھ ۱۳۴۰ء میں دہلی واپس آیا۔ پس اس بنیاد پر سید حسن کا معبر میں بغاوت کرنا [illegible] کی مدافعت کے لئے تلنگانہ تک جانا وغیرہ واقعات ۷۳۸ھ ۱۳۳۷ء سے پہلے سرزد ہونے چاہیئے۔

سید حسن کے خودمختار ہونے کے بعد معبر میں کیا واقعات گزرے اور مسلمانوں کی یہ سلطنت کب تک قائم رہی۔ ان باتوں کو ہندوستان کے کسی مورخ نے بیان نہیں کیا ہی۔ اگر ابن بطوطہ یہ حالات نہ لکھتا اور زمانہ حال کے بعض محققینِ آثار قدیمہ ان بادشاہوں کے سکّے فراہم نہ کرتے تو تاریخ ہند کا یہ حصہ دنیا سے معدوم ہوگیا تھا۔

ابن بطوطہ بیان کرتا ہی کہ سید حسن باغی ہونے کے بعد پانچ سال تک بالاستقلال برسرحکومت رہا۔ اس کے بعد امرا نے اُسے قتل کرڈالا اور اُس کے ایک امیر علاء الدین ادوجی کو تخت پر بٹھایا۔ اس نے حکمران ہونے کے بعد کسی ہندو راجہ پر حملہ کیا۔ اور بہت سامال و دولت لے کر اپنے دارالحکومت کو واپس آیا۔ اس واقعہ کے ایک سال بعد اُس نے پھر اسی ہندو راجہ پر چڑھائی کی۔ بادشاہ کو اثنائے جنگ میں ایک تیر آکر لگا جس کے صدمہ سے فوراً مرگیا۔[1]

علاء الدین کے بعد اُس کا داماد قطب الدین برسرحکومت ہوا۔ لیکن وہ اچھے خصائل کا آدمی نہ تھا۔ اس لئے چالیس دن کے بعد امرا نے اُسے قتل کرڈالا۔ اس کے بعد سراج الدین دامغانی تخت نشین ہوا۔ یہ شخص ملک مجیر الدین بن ابی رجا کے سواروں میں نوکر تھا۔ پھر سید حسن کے بیٹے [illegible] کا ملازم ہوکر اُس کے ہمراہ دہلی سے معبر میں آیا اور جب بادشاہ ہوا تو اُس نے اپنا لقب سلطان غیاث الدین اختیار کیا اور سید حسن کی بیٹی سے اپنا نکاح کرلیا۔

کرناٹک کے اُس علاقہ میں جہاں اس وقت میسور کی ریاست واقع ہی، قدیم زمانہ میں ہوسیالا خاندان حکمران تھا اور دوارسمندر ان کا دارالحکومت تھا۔

---

[1] Haig's Historic Landmarks of the Deccan, p. 167.

۶۹۲ھ/۱۲۹۲ء میں اس خاندان کا ایک راجہ ویرا بلال دیو سوم برسرِ حکومت ہوا۔[1] اس ۷۱۰ھ/۱۳۱۰ء میں ملک کافور نے جب دوارسمندر کو فتح کر لیا تو اس نے تونڑ میں آکر اسے اپنا مستقر قرار دیا۔[2] اور یہاں ۷۴۳ھ/۱۳۴۲ء تک حکومت کرتا رہا۔[3] ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ یہ عظیم الشان راجہ تھا۔ اس کے یہاں ایک لاکھ فوج تھی۔ اس کے علاوہ بیس ہزار مسلمان بھی نوکر تھے۔ جن میں اکثر چور، ڈاکو اور بھاگے ہوئے غلام تھے۔[4]

بلال دیو نے سلطان غیاث الدین کے زمانہ میں معبر پر حملہ کیا۔ اس وقت بادشاہ کے پاس چھ ہزار کا لشکر تھا۔ جس میں آدھے آدمی ناکارہ اور بے سر و سامان تھے۔ کیان کے قریب طرفین میں مقابلہ ہوا۔ مسلمان شکست پاکر مدورا کو واپس ہوگئے۔ راجہ نے کیان کا محاصرہ کیا۔ اہل شہر دس مہینے تک محصور رہے۔ جب ان کے پاس چودہ یوم کی خوراک رہ گئی تو انھوں نے غیاث الدین کو اپنی تباہی کا حال لکھا۔ بادشاہ اپنے تین ہزار سپاہی لے کر مدورا سے روانہ ہوا۔ شام کے وقت مسلمان راجہ پر حملہ آور ہوئے۔ ہندو ان کو چور سمجھکر بغیر کسی تیاری کے لڑائی پر کھڑے ہوگئے۔ مسلمانوں نے دل توڑ کر مقابلہ کیا جس کی وجہ سے ہندوؤں کے لشکر میں پریشانی پھیل گئی۔ اسی اثناء میں راجہ گرفتار ہوگیا۔ بادشاہ نے اس کی بے حد تعظیم و تکریم کی اور اسے رہا کرنے کا وعدہ کرکے بہت سامان اور ہاتھی، گھوڑے خراج میں لے لئے اور جب اس کے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہا تو اسے قتل کر ڈالا اور اس کی کھال میں بھوسا بھروا کر مدورا کی فصیل پر لٹکا دیا۔[5]

ھ۱ Haig's Historic Landmarks of the Deccan p. 167.

ھ۲ Sewell's Forgotten Empire, p. 17.

ھ۳ Suryanarain Rao's History of Vijayanagar Appendix XI

ھ۴ ابن بطوطہ ج دوم ص ۳۵۸

ھ۵ ابن بطوطہ صفحہ ۳۵۸ و ۳۵۹

اس واقعہ کے ایک سال بعد مدورا میں وبائی بخار شروع ہوا جس سے ہزاروں آدمی مر گئے۔ اسی مرض میں مبتلا ہو کر بادشاہ بھی فوت ہو گیا۔[1]

غیاث الدین کے بعد اس کا بھتیجا ناصر الدین تخت نشین ہوا۔ اس کو غیاث الدین نے اپنے انتقال سے پہلے ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ یہ شخص پہلے دہلی میں محمد تغلق کا ملازم تھا۔ جب اس کا چچا معبر کا بادشاہ ہو گیا تو فقیروں کا بھیس بدل کر دہلی سے بھاگ آیا۔ ناصر الدین جب بادشاہ ہوا تو شعرا نے اس کی تعریف میں قصیدے لکھے اور بڑے بڑے صلے حاصل کئے سب سے پہلے قاضی صدر الزمان کا قصیدہ پیش ہوا۔ بادشاہ نے اُسے پانسو دینار اور وزیر نے دو ہزار دینار عنایت کئے۔ خطیب نے جب اُس کا نام خطبہ میں لیا تو اس پر سے درہم و دینار نثار کئے گئے۔ ناصر الدین نے سب سے پہلے قدیم وزیر کو معزول کر کے اس کی جگہ ملک بدر الدین کو مقرر کیا اور جب اُس کا انتقال ہو گیا تو خواجہ سرور امیر البحر کو وزیر بنایا پھر اپنی پھوپی کے بیٹے کو جس کے ساتھ غیاث الدین کی لڑکی بیاہی ہوئی تھی قتل کرا دیا اور اس کی بیوہ سے آپ نکاح کر لیا۔[2]

مدورا ان بادشاہوں کا دار السلطنت تھا۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ یہ بہت بڑا شہر ہے بازار اور کوچے نہایت وسیع ہیں۔ سب سے پہلے سید حسن نے اپنا دار الحکومت بنایا اور دہلی کے نمونہ پر اس کی بنیاد ڈالی اور اس میں بہت سی اچھی اچھی عمارتیں بنوائیں۔[3]

پتن معبر کی عملداری میں مدورا کے بعد پتن کا درجہ تھا۔ یہ شہر سمندر کے کنارے دریائے کاویری کے دہانہ پر واقع تھا۔ اطراف عالم کے جہاز تجارت کی غرض سے یہاں آیا کرتے تھے۔ شاہان معبر کا بحری بیڑہ بھی اسی جگہ رہا کرتا تھا جس کے لئے بندرگاہ کے قریب لکڑی کا ایک عجیب و غریب برج بنایا گیا تھا۔ جب کبھی مخالفین کا خوف ہوتا تو اہل جہاز اُس برج پر چڑھ کر محفوظ ہو جاتے تھے۔ غیاث الدین کے زمانہ میں خواجہ سرور امیر البحر کے عہدہ پر

---

[1] ابن بطوطہ صفحہ ۳۶۱ [2] ابن بطوطہ صفحہ ۳۶۱ [3] ابن بطوطہ صفحہ ۳۶۰

مامور تھا۔ ناصر الدین جب تخت نشین ہوا تو اس کو اپنا وزیر بنا لیا اور یہ خدمت کسی دوسرے کے تفویض کر دی۔ ابن بطوطہ کی ترغیب سے غیاث الدین نے جزائر مالدیپ کی تسخیر کا ارادہ کیا تھا اور اس غرض کے لئے اس نے کئی جہاز مقرر کئے اور وہاں کی ملکہ کے لئے تحفے، اعیان و امرا کے واسطے خلعتیں تیار کیں، محتاجوں کے لئے تین جہازوں میں صدقہ بھروا دیا لیکن یہ زمانہ مالدیپ کے سفر کا نہ تھا۔ اس لئے یہ مہم تین مہینے کے لئے ملتوی کر دی گئی۔ اسی اثناء میں غیاث الدین کا انتقال ہو گیا جس کی وجہ سے اس کی تکمیل نہ ہو سکی۔[1]

ابن بطوطہ نے ناصر الدین کے جلوس تک پانچ پادشاہوں کا حال بیان کیا ہے۔ بجا لیکہ اس نے سنین حکومت نہیں بتائے ہیں لیکن اس کے مختلف بیانات کو باہم مقابلہ کرنے سے اور نیز سکہ جات کی مدد سے ان کا دور حکومت بآسانی معین ہو سکتا ہے:

(۱) سید حسن کے سکے کی اخیر تاریخ ۷۴۰ھ ہے۔

(۲) علاء الدین کا پہلا سکہ ۷۴۰ھ ۱۳۳۹ء میں مسکوک ہوا ہے۔

(۳) سید حسن خود مختار ہونے کے بعد پانچ سال حکمراں رہا۔[2]

(۴) قطب الدین کے سکہ پر ۷۴۰ھ ۱۳۳۹ء مسکوک ہے۔

(۵) قطب الدین چالیس یوم حکومت کرنے کے بعد قتل کیا گیا اور اس کی جگہ غیاث الدین بادشاہ مقرر ہوا۔[3]

(۶) ابن بطوطہ جزائر مالدیپ سے نکل کر ۷۴۵ھ ۱۳۴۴ء میں معبر آیا۔[4] اس کے سامنے غیاث الدین نے انتقال کیا اور اس کی جگہ ناصر الدین بادشاہ بنایا گیا۔ مذکورۂ بالا تاریخوں کی رو سے ان بادشاہوں کا حسب ذیل زمانہ قرار پاتا ہے۔

---

[1] ابن بطوطہ صفحہ ۳۵۶ [2] ابن بطوطہ صفحہ ۳۵۵ [3] ابن بطوطہ صفحہ ۳۵۶

[4] ابن بطوطہ صفحہ ۳۲۹

(۱) جلال الدین احسن شاہ	۷۳۵ھ / ۱۳۳۴ء	۷۴۰ھ / ۱۳۳۹ء
(۲) علاء الدین ادوجی شاہ	۷۴۰ھ / ۱۳۳۹ء	
(۳) قطب الدین فیروز شاہ	۷۴۰ھ / ۱۳۳۹ء	
(۴) غیاث الدین دامغان شاہ	۷۴۱ھ / ۱۳۴۰ء	۷۴۵ھ / ۱۳۴۴ء
(۵) ناصر الدین محمود شاہ	۷۴۵ھ / ۱۳۴۴ء	

ناصر الدین کے بعد سکّوں کی مدد سے تین نام اور دستیاب ہوئے ہیں مگر اُن کی صحت پر کامل بھروسا نہیں ہے اور نہ اُن کا زمانۂ حکومت صحیح طور پر تحقیق ہوا ہے۔ ناموں کے مقابل وہ سنین درج ہیں جو سکّوں پر پائے گئے ہیں مگر ان میں چوں کہ سلسلہ نہیں ہے اس لئے احتمال ہوتا ہے کہ اس فہرست میں بعض نام جن کے سکّے ابھی تک دستیاب نہیں ہوئے ہیں چھوٹ گئے ہیں۔

(۶) عادل شاہ	۷۵۹ھ / ۱۳۵۶ء	
(۷) مبارک شاہ شاہجہانی	۷۶۱ھ / ۱۳۵۹ء	۷۷۰ھ / ۱۳۶۸ء
(۸) علاء الدین سکندر شاہ	۷۷۴ھ / ۱۳۷۲ء	۷۷۹ھ / ۱۳۷۷ء

سلطنت معبر کی تباہی کا حال کسی تاریخ میں نہیں ملتا ہے۔ تاہم بہت سی بیرونی شہادتیں ایسی موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سلطنت چودھویں صدی کے اخیر ایام میں تباہ ہوئی ہے۔ ملک کو راجگانِ بیجانگر نے فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔

۱ – ترچناپلی کے ایک مندر پر بیجانگر کے تیسرے راجہ ہری ہر دوم کے نام کا ایک کتبہ ملتا ہے[ت]۔ ہری ہر دوم کے زمانۂ حکومت میں مورخین کا اختلاف ہے لیکن اس وقت تک اس راجہ کے جو کتبات دستیاب ہوئے ہیں اُن کی رو سے معلوم ہوتا ہے کہ ۷۸۱ھ / ۱۳۷۹ء سے ۸۰۲ھ / ۱۳۹۹ء تک اس نے حکومت کی ہے[ث]۔ اس کتبہ سے ظاہر ہے کہ ۸۰۲ھ / ۱۳۹۹ء سے پہلے دریائے کاویری کے نیچے تک راجگانِ

ت Epigraphia Indica Vol. III pp. 115—116

ث Epigraphia Indica Vol. III p. 119

بیجانگر کی عملداری تھی اور راجہ ہری ہر دوم نے معبر کو فتح کرلیا تھا۔ اگر اُس وقت تک معبر پر ہندوؤں کا کامل قبضہ نہیں ہوا تھا تو یہ یقینی بات ہے کہ ہندوؤں نے سلاطین معبر سے اُن کے شمالی علاقے ضرور لے لئے تھے۔

۲- ایک پرتگالی سیاح فرناؤ نیونز (**Fernao Nuniz**) بیجانگر کے چوتھے راجہ بکا رائے دوم کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ اس راجہ نے مسلمانوں سے بہت سی لڑائیاں کیں اور اُن سے دابل، چول اور کارومنڈل کے تمام ملک کو فتح کرلیا یہ وہی ملک تھا جہاں کے سردار نے بہت عرصہ پہلے محمد تغلق کے زمانہ میں بغاوت کی تھی[1] بکا رائے کے بعد اُس کا بھائی دیو رائے اول تخت نشین ہوا ہے۔ ڈاکٹر رئیس (RICE.) نے ہاسن کے ایک کتبہ کا ذکر کیا ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ دیو رائے اول ۸۰۹ھ/۱۴۰۶ء میں برسرِ حکومت ہوا ہے[2] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۸۰۹ھ/۱۴۰۶ء سے پہلے بکا رائے نے کارومنڈل کا ملک فتح کرلیا تھا۔

۳- مدورا کے اطراف میں دیو رائے دوم کے بہت سے کتبے پائے جاتے ہیں۔ من جملہ ان کے ایک کتبہ پیرا ملی میں ہے جس کی تاریخ ۸۳۲ھ/۱۴۲۸ء ہے اس سے ثابت ہے کہ ۸۳۲ھ/۱۴۲۸ء سے پہلے مدورا اور اُس کے اطراف کا علاقہ بیجانگر کی سلطنت میں شامل ہوگیا تھا۔

پندرہویں صدی کے اخیر ایام میں بیجانگر کے ایک ماتحت سردار نے مدورا میں ایک چھوٹی سی ریاست کا سنگ بنیاد رکھا جس پر سات مختلف سردار حکمران رہے اور آٹھویں فرمان روا وشیوناتھ نے موروثی خاندان کی بنیاد ڈالی جس کے افراد تاریخ میں مدورا کے نایک مشہور ہیں۔ اس خاندان میں سب سے پہلے متو کرشنپا نے خود مختار ہوکر شاہی القاب اختیار کئے تھے۔ اس کا لڑکا متو ویرپا بڑا زبردست نایک ہوا ہے۔ بہت سے راجہ اس کے ماتحت تھے۔ ایک دفعہ تنجور کے نایک سے اس کی لڑائی ہوئی تھی۔ جس میں طرفین کے

---

[1] Chronicle of Fernao Nuniz p. 301

[2] Mysore Inscriptions p. 279 No. 150

تب سے آدمی برسر پیکار تھے۔ پرتگالی مصنف براداس (Barradas) بیان کرتا ہے کہ یہ خاندان بیجا نگر کے راجہ کو سالانہ چھ لاکھ پگوڈا خراج دیا کرتا تھا۔ یہ خاندان سترہویں صدی تک مدورا میں حکمران تھا۔ کرناٹک کے نواب نے ان کو بے دخل کرکے ملک پر قبضہ کرلیا[1]۔

سلاطین معبر نے ۷۳۵ھ / ۱۳۳۴ء سے ۷۷۹ھ / ۱۳۷۷ء تک تقریباً چوالیس سال مدورا میں حکومت کی۔ اس سے پہلے یہ شہر خاندان پانڈیا کا دارالسلطنت تھا اور مسلمانوں کی تسخیر سے کچھ عرصہ پہلے اس خاندان کے راجہ سندر پانڈیا کی حکومت تھی۔ اس کا لقب جٹ برمن تھا۔ مشرقی ساحل کے تمام علاقے راس کماری سے نیلور تک اس کے قبضہ میں تھے[2]۔ اس کے عہد میں بہت سے مسلمان عرب و عراق سے آکر پانڈیا عملداری میں آباد ہوگئے تھے۔ اور راجہ نے انھیں سلطنت کے بڑے بڑے عہدوں پر مامور کیا تھا۔ ان میں محمد طیبی کے دو فرزند جمال الدین ابراہیم اور تقی الدین عبد الرحمن امیر الامرا کے درجے تک پہنچ گئے تھے۔ آخر الذکر نے تھوڑے ہی عرصہ میں وزیر اعظم و نائب السلطنت کے عہدہ تک ترقی کرلی تھی۔ پٹن، مونگی پٹن اور کائل راجہ نے ان کو بطور جاگیر کے عطا کئے تھے۔ ان دونوں بھائیوں کو بلاد اسلام میں خوب شہرت ہوگئی تھی اور عرب و عراق کے مسلمان ان کو ملک الاسلام اور ملک الاعظم کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے[3]۔

[illegible] میں راجہ سندر پانڈیا کا انتقال ہوگیا تو اس کا بھائی کلس دیو برسر حکومت ہوا اس کے دو فرزند تھے۔ ایک سندر پانڈیا، دوسرا ویرا پانڈیا۔ کلس دیو نے چھوٹے لڑکے ویرا پانڈیا کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ سندر پانڈیا نے اس امر سے ناخوش ہوکر ۷۰۹ھ میں اپنے باپ کو مار ڈالا اور لشکر و خزانہ ساتھ لے کر منکور کی جانب چلا گیا۔ ویرا پانڈیا نے اس کا

---

[1] مدورا کے نائیکوں کا مفصل تذکرہ کتاب ذیل میں تحریر ہے
Nelson's Madura Country.

[2] Indian Antiquary, 1911, p. 137—138.

[3] تاریخ وصاف طبع بمبئی جلد سوم صفحہ ۳۰۲ و صفحہ ۳۰۳

تعاقب کیا۔ دونوں بھائیوں میں سخت لڑائی ہوئی۔ سندر نے شکست پائی اور میدان جنگ سے فرار ہوکر سلطان علاء الدین خلجی کے لشکر میں پناہ لی۔ ملک کافور اس وقت دوار سمندر میں برسر پیکار تھا جب یہ شہر فتح ہوگیا تو سندر کی تحریک سے ملک کافور نے معبر پر حملہ کیا اور ۱۷ ذوالقعدہ ۷۱۰ھ / ۱۳۱۰ء کو مدورا پر قابض ہوکر ویرا پانڈیا کو سلطنت سے بے دخل کردیا اور اس کی بجائے سندر پانڈیا کو تخت نشین کرکے خود جنوب کی جانب روانہ ہوگیا[1]

پروفیسر کیلہارن (Kielhorn) نے کتبوں کی مدد سے راجگان پانڈیا کی جو فہرست مرتب کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی حکومت ملک کافور کی یورش کے بعد بھی بحیثیت باج گزار حکمرانوں کے محمد تغلق کے عہد تک قائم تھی[2] اس کی تائید ایک کتبہ سے بھی ہوتی ہے جو پانڈیا خاندان کے راجہ راوی ورمن ملقب بہ کلس دیو سوم کے عہد حکومت میں نردوی کے ایک مندر پر کندہ کیا گیا ہے۔ اس پر فتح مدورا سے تین سال بعد کی تاریخ یعنی ۷۱۳ھ / ۱۳۱۳ء منقوش ہے[3] اور یہ امر اس بات کو ثابت کررہا ہے کہ ملک کافور نے یہاں کے حکمراں خاندان کا استیصال نہیں کیا بلکہ اسے باج گزار بناکر حسب سابق بحال رکھا تھا۔

جنوبی ہند اور خاص کر مدورا اور اس کے اطراف میں گزشتہ تیس سال کے اندر محمد تغلق کے ایسے سکے بکثرت دستیاب ہوئے ہیں جن کا نقش ان سکوں سے بالکل مختلف ہے جو شمالی ہند میں ملتے ہیں۔ ان کی نسبت ماہران سکہ جات نے یہ رائے قائم کی ہے کہ یہ سکے جنوبی ہند

[1] تاریخ وصاف جلد چہارم ص ۵۲۶ ص ۵۳۱ ص ۵۳۳

[2] Supplement to the Hist. of Inscriptions of Southern India, Epigraphia Indica, Vol. VIII, Appendix II, p. 24.

[3] Epigraphia Indica, Vol. VIII, p. 8.

[illegible] تھے [illegible] انھیں اس علاقہ کے باج گزار راجاؤں اور صوبہ داروں نے [illegible] سکوں کا جو ذخیرہ اس وقت تک دستیاب ہوا ہی اُن کے نقوش تین مختلف [illegible] میں سے صرف ایک نقش ایسا ہی جس کے اکثر سکوں پر سنہ ۷۳۰ھ / ۱۳۲۹ء [illegible] مسکوک ہی اور اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ یہ سکے جنوب میں کم و بیش [illegible] رہے ہیں۔

محمد بن تغلق کے سکّے جو جنوب میں مضروب ہوئے ہیں

۱ چاندی [illegible] ۴۸ - ۵۳ گرین

[illegible]	محمد بن
[illegible]	تغلق شاہ
[illegible]	

Thomas's Chronicles, p. 253.

Rodgers. No. 32.

Hultzsch. No. 1.

Hultzsch. No. 2.

۲ [illegible] - ۵۴ گرین

[illegible]	محمد بن
[illegible]	تغلق شاہ

Tufnell, No. 36. Rodgers, No. 1.
Hultzsch. No. 3.

۳ [illegible] - ۲۵ گرین

[illegible]	العادل

Hultzsch, No. 4

(۵)

سکّہ جات سلاطینِ معبر

سلاطینِ معبر کے سکّے ہندوستان کی تاریخ میں غیر معمولی اہمیت رکھتے ہیں۔ اگر ان کو تاریخ وار مرتب کیا جائے تو ان کا سلسلہ ۷۳۶ھ/۱۳۳۶ء سے شروع ہو کر ۷۷۹ھ/۱۳۷۷ء پر ختم ہوتا ہے۔ ماہرانِ سکہ جات نے اپنی سعی و کوشش سے ان کا کافی ذخیرہ فراہم کیا ہے۔ یہ سکّے وزن اور شکل و صورت کے لحاظ سے سلاطین دہلی کے سکوں سے بالکل مماثلت و مشابہت رکھتے ہیں۔ ان کی عبارتیں اور نقوش بھی قریب قریب ویسے ہی ہیں جیسے کہ سلاطین دہلی کے سکّوں پر پائے جاتے ہیں۔

مختلف ذخیروں میں سلاطین معبر کے جو سکّے اس وقت موجود ہیں اُن میں زیادہ تعداد تانبے کے سکّوں کی ہے۔ چاندی اور تانبے کے مخلوط سکّے بہت کم ملے ہیں۔ چاندی کے سکوں کی تعداد مخلوط سکوں سے بھی کم ہے۔ طلائی سکہ ابھی تک دستیاب نہیں ہوا ہے لیکن ابن بطوطہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان جلال الدین احسن شاہ نے طلائی سکّے مضروب کرائے تھے اور اُن پر حسبِ ذیل عبارت منقوش تھی:[1]

دینار طلائی

سلالہ طٰہٰ و یٰسٓ	الواثق
ابو الفقراء والمساکین	بتائید الرحمٰن
جلال الدنیا والدین	احسن شاہ
	السلطان

---

[1] ابن بطوطہ جلد دوم ص ۱۶۱



[illegible] ی سکوں کے نادر ونایاب ہونے کی غالباً وہی وجہ ہوگی جو سکہ جات سلاطین [illegible] کمیاب ہونے کی نسبت مورخ فرشتہ نے بیان کی ہے۔ محمد شاہ بہمنی کے حالات جلوس میں [illegible] تحریر کیا ہے کہ " بادشاہ نے جب اپنے نام کے سکے جاری کئے تو ہندو صرافوں نے [illegible] نیز راجگان تلنگ و بیجانگر کی تحریک سے اس کے رواج نہ پانے میں سعی و [illegible] گلا ڈالے۔ بادشاہ نے انھیں ہرچند منع کیا لیکن جب وہ اپنی اس حرکت سے [illegible] ان کا قتل عام کیا گیا"[1]

[illegible] (Tufnell) نے سب سے پہلے روشنی ڈالی ہے اور [illegible] کے نقوش کو بصحت تمام حل کیا ہے۔ تاہم چند غلطیاں بھی اُن سے سرزد ہو گئی [illegible] نے اطراف کی عبارت چھوڑ دی ہے۔ دوم یہ کہ برگزیدہ کو بن کریدہ [illegible] رحمن، خادم، مصطفےٰ، فخر، شاہ جہاں وغیرہ مختلف بادشاہوں کے [illegible] یہ سب مبارک شاہ کے القاب ہیں اور اُس نے اپنے مذہبی غلو اور اظہار [illegible] کے لئے ان الفاظ کو اپنے سکوں پر کندہ کرایا ہے۔

۱۰) جلال الدین احسن شاہ ۷۳۵ھ / ۱۳۳۴ع - ۷۴۰ھ / ۱۳۳۹ع

[illegible] چاندی - ۵۴ گرین

جلال الدنیا	شاہ
والدین	احسن
	۷۳۷

[illegible] - راجرس

---

[1] تاریخ فرشتہ ج دوں ص۸۵

٥ - تانبہ - ٦٧ گرین

السلطان   شاہ

الاعظم   احسن

السلطان

ٹوفنل ١ - راجرس ٥ ہوشش ٨

٦ - تانبہ - ٥٠ گرین

سلطان   شاہ

السلاطین   احسن

اطراف - سنہ ــــ وثلثین وسبع مائة

سنہ ٧٣×ھ - راجرس ٦ - رنگا چاری ١٣

٧ - تانبہ - ٤٨ گرین

السلطان   جلال الدنیا

الاعظم   والدین

راجرس ٣٣ - ہوشش

سلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی (سنہ ٦٨٩ھ / ١٢٩٠ء - سنہ ٦٩٦ھ / ١٢٩٦ء) کے بعض سکّوں پر بھی یہ ہی عبارت منقوش ہے

Thomas's Chronicles p. 123

٨ - چاندی - ٥٣ گرین

شاہ   الحسینی

احسن

٧٤٨

ت زنگا چاری ع۱۴ - ہوش ع۷

ت زنگا چاری ع۱۵

---

۲) علاء الدین ادوجی شاہ ‎۷۴۰ھ / ۱۳۳۹ع

۲- نحو... - ۵۵ گرین

علاء الدنیا	شاہ
والدین	ادوجی

اطراف - سنہ اربعین وسبع مائة

- ... ع۸

۳- ... - ۴۶ گرین

علاء الدنیا	ادوجی شاہ
والدین	السلطان

- ... ۷ - ہوش ع۱۱

---

۳) قطب الدین فیروز شاہ - ‎۷۴۰ھ / ۱۳۳۹ع

۱- ... - ... - ۱۷ گرین

قطب الدنیا	شاہ
والدین	فیروز
	۷۴۰

راجرس ۹ - ہوشش ۱۲

ٹونس (ص ۶۶) نے اس سکہ کا ۷۴۶ھ / ۱۳۴۵ء لکھا ہے لیکن اس کے جانشین غیاث الدین محمد دامغان شاہ کا سکہ ۷۴۱ھ / ۱۳۴۰ء میں مضروب ہوا ہے۔ اس لئے صحیح ۷۴۰ھ / ۱۳۳۹ء ہے

---

(۴) غیاث الدین محمد دامغان شاہ ۷۴۱ھ / ۱۳۴۰ء و ۷۴۲ھ / ۱۳۴۱ء

۱۲ - چاندی - ۵۶ گرین

السلطان	شاہ
الاعظم غیاث	دامغان
الدنیا والدین	محمد

اطراف - سنہ احدی واربعین وسبع مائۃ

۷۴۱ھ / ۱۳۴۰ء - راجرس ۱۰ رنگاچاری ۱۷ ہوشش ۱۳

۷۴۲ھ رنگاچاری ۱۸

۱۳ - تانبہ - ۶۵ گرین

السلطان	غیاث الدنیا
الاعظم	والدین

راجرس ۱۱ - ہوشش ۱۳

سلطان غیاث الدین بلبن (۶۶۴ھ / ۱۲۶۵ء - ۶۸۶ھ / ۱۲۸۶ء) اور سلطان غیاث الدین بہمنی ۷۹۹ھ / ۱۳۹۷ء کے بعض سکوں پر بھی یہی عبارت منقوش ہے۔

Thomas's Chronicles p. 135
Num. Chron. Vol. 18. p. 266.

(۵) ناصرالدین محمود شاہ ۷۴۵ھ / ۱۳۴۴ء

۱۴- چاندی و تانبہ - ۴۸ - ۵۵ گرین

ناصرالدنیا	ــــــــے
والدین	محمود غاز
اطراف - سنہ خمس و	دامغان شاہ
اربعین وسبع مائۃ	السلطان

۷۴۵ھ / ۱۳۴۴ء - راجرس ع۱۲ - ہولش ع۱۵

---

(۶) عادل شاہ ۷۵۷ھ / ۱۳۵۶ء

۱۵- مخلوط - ۵۰ گرین

السلطان	عادل
الحلیم	شاہ

اطراف - سنہ سبع وخمسین وسبع مائۃ

۷۵۷ھ / ۱۳۵۶ء راجرس ع۱۴ - ہولش ع۱۶

۱۶- تانبہ (۱) ۴۶ گرین (۲) ۲۵۱ گرین (۳) ۳۸۵ گرین

السلطان	عادل
الاعظم	شاہ
	السلطان

راجرس ع۱۳ ع۱۵ ع۱۶ ع۱۷ - ہولش ص۱۷

۱۷- تانبہ

عادل شاہ — السلطان

ٹوفنل ع۸

۱۸- تانبہ

عادل — شاہ

ٹوفنل ع۱۰

---

(۷) فخرالدین مبارک شاہ سنہ ۷۶۱ھ / ۱۳۵۹ء سنہ ۷۷۰ھ / ۱۳۶۸ء

۱۹- تانبہ - ۳۳ گرین

برگزیدہ — مبارک شاہ

اللہ فخر شاہ — شاہ جہاں

شاہاں — ۷۶۱

سنہ ۷۶۱ھ / ۱۳۵۹ء - راجرس ع۲۶

سنہ ۷۶۳ھ / ۱۳۶۱ء - راجرس ع۳۱ - ہوش ع۲۰

سنہ ۷۶۵ھ / ۱۳۶۳ء - راجرس ع۲۸

۲۰- تانبہ - ۲۵ گرین

برگزیدہ — خادم

اللہ — مصطفٰے

۷۶۵

سنہ ۷۶۵ھ / ۱۳۶۳ء راجرس ع۱۸

سنہ ۷۶۷ھ راجرس ع۱۹

سنہ ۷۶۸ھ ڈوفنل ع۱۳

سنہ ۷۶۹ھ ہولش ع۲۱

سنہ ۷۷۰ھ راجرس ع۲۰

۲۱ - تانبہ - ۳۵ گرین

برگزیدہ	خادم
اللہ	رسول اللہ

سنہ ۷۷۰ھ رنگا چاری ع۲۳

۲۲ - تانبہ - ۳۸ گرین

النبی	محمد
ناصف	مصطفٰے

۷۶۴

سنہ ۷۶۴ھ - راجرس ع۲۱ - رنگا چاری ع۲۱

سنہ ۷۶۵ھ ہولش ع۲۲

مسٹر راجرس نے رخ اول کی عبارت چھوڑ دی ہے۔

مسٹر رنگا چاری نے اُسے "البنی باصفا" پڑھا ہے۔ لیکن صحیح عبارت "ناصف النبی" ہے۔ ناصف کے معنٰی "خادم" ہیں اور اس قرأۃ کی تائید سکہ جات نمبر ۲۰ و ۲۱ سے ہوتی ہے۔ جن میں "خادم مصطفٰے" اور "خادم رسول اللہ" منقوش ہے۔

---

(۸) علاء الدین سکندر شاہ سنہ ۷۷۴ھ - سنہ ۷۷۹ھ
۱۳۷۲ء ۱۳۷۷ء

۲۳ - تانبہ ۴۴ گرین -

برگزیدہ شاہ
رحمان سکندر
السلطان

۷۷۵

سنہ ۷۷۴ھ ۱۳۷۲ء راجرس ۲۹
سنہ ۷۷۵ھ رنگاچاری ۲۰
سنہ ۷۷۹ھ راجرس ۲۳ ۳۰
۳۴ - تانبہ ۷۲ گرین

علاء الدنیا سکندرشاہ
والدین السلطان
ٹومس ۱۵ - راجرس ۳۵

ضمیمۂ اوّل

معبر کا قدیم تموّل

ملک کافور کو مدورا کی تسخیر میں جو مال ملا ہے مورخین نے اس کی تفصیل حسب ذیل بیان کی ہے[1]

"تین سو بارہ ہاتھی، بیس ہزار گھوڑے، چھیانوے ہزار من سونا، موتی اور جواہرات کے بے شمار صندوق، ان کے علاوہ وہ خزانے اور دفینے تھے جو اثنائے راہ میں ملے"

سونے کی مقدار کا موجودہ وزن میں حساب لگانا کسی قدر مشکل امر ہے کیوں کہ ہندوستان میں مختلف زمانوں میں مختلف اوزان کے من جاری رہے ہیں۔ سونے کے چھیانوے ہزار من ہونے پر نہ صرف نظام الدین احمد، بدایونی، فرشتہ کا اتفاق ہے، بلکہ امیر خسرو اور ضیائے برنی نے بھی جو علاء الدین کے معاصر ہیں یہ ہی وزن بیان کیا ہے[1] اس لئے ہم اس کی مقدار کا حساب اُس من سے معین کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو علاء الدین کے عہد میں یا اُس کے بہت ہی قریب زمانہ میں بمقام دہلی رائج تھا۔

(۱) ابن بطوطہ بیان کرتا ہے کہ دہلی کا ایک من مغرب کے بیس[20] یا مصر کے پچیس رطل کے برابر ہوتا ہے[2] ابن بطوطہ کے فرانسیسی مترجموں نے اس حساب سے ایک من کا وزن ۲۹ ۳/۴ پونڈ قائم کیا ہے۔

---

[1] طبقات اکبری طبع لکھنؤ صفحہ ۸۳ منتخب التواریخ بحوالہ خزائن الفتوح مصنفہ امیر خسرو دہلوی طبع لکھنؤ ۱۸۶۸ء صفحہ ۱۵۱ - تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۱۲۰

[2] ابن بطوطہ جلد دوم صفحہ ۱۹۹ و ۲۲۴

(۲) شہاب الدین دمشقی مسالک الابصار میں محمد تغلق کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ دہلی کا سیر ستّر مثقال کا ہوتا ہے۔ بابر بادشاہ نے اپنی تزک میں مثقال کا وزن ۵ ماشہ لکھا ہے۔ اس حساب سے ایک سیر ۲۹ تولہ ۲ ماشہ کا ہوا اور من ۱۳ سیر ۸ چھٹانک یا ۲۷ پونڈ کا۔

مذکورۂ بالا اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمد تغلق کے عہد میں ½۱۳ سیر سے ½۱۴ سیر تک کا من رائج تھا۔ پس ہم اس کا اوسط وزن ۱۴ سیر پختہ یا ۲۸ پونڈ قرار دیں تو چھیانوے ہزار من سونے کی مقدار ۲۶ لاکھ ۸۸ ہزار پونڈ ہوتی ہے۔

یہ بیان بظاہر مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے لیکن میرے خیال میں کوئی وجہ اس میں شک وشبہ کی نہیں پائی جاتی ہے۔ ملک کافور کے حملوں سے قریباً ۵۰ سال پہلے اس علاقہ میں یورپ کا مشہور سیاح مارکو پولو آیا تھا۔ اس نے یہاں کے راجاؤں کی دولت مندی کا جو حال بیان کیا ہے اس کی بنیاد پر اگر معبر میں مسلمانوں کو اس قدر دولت میسر آئی تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ سیلون سے ۶۰ میل کے فاصلہ پر معبر کا ملک آتا ہے جس میں ۵ راجہ حکمرانی کرتے ہیں اور ان کی سلطنت میں بڑے بڑے نایاب موتی نکلتے ہیں۔ یہاں کے راجہ کا حکم ہے کہ نصف مثقال سے زیادہ وزن کا موتی اس کے ملک سے باہر نہ جائے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ عمدہ عمدہ موتی اپنے یہاں رکھتا ہے وہ ہر سال ڈھنڈورا پٹوا دیتا ہے کہ جس کے پاس عمدہ موتی یا جواہرات ہوں راجہ کو دے کر ان کی دوگنی قیمت وصول کرے۔ اس وجہ سے ہر شخص آسے عمدہ موتی اور جواہرات دیدیتا ہے۔ راجہ کا خزانہ بے شمار ہے کیوں کہ جب ایک راجہ کے مرنے پر دوسرا تخت نشین ہوتا ہے تو پہلے راجہ کے خزانہ کو ہاتھ نہیں لگاتا بلکہ خود ایک نیا خزانہ جمع کرتا ہے۔ اس کے باعث ملک میں بے شمار خزانے جمع ہو گئے ہیں۔ اس ملک میں گھوڑے پیدا نہیں ہوتے۔ ہرمز، عدن کے سوداگر ہر سال معبر میں گھوڑے لاتے ہیں پانچوں ملکوں میں سالانہ دو دو ہزار گھوڑے خرید کئے جاتے ہیں اور ایک گھوڑے کی پانچ سو دینار قیمت دی جاتی ہے۔

ضمیمۂ ثانی

سلاطینِ معاصر

سنہ ہجری	سنہ عیسوی	سلاطین معبر	راجگان بیجانگر	سلاطین بہمنیہ	سلاطین دہلی
۷۲۶	۱۳۲۵	-	•	•	محمد بن تغلق
۷۳۵	۱۳۳۴	جلال الدین احسن شاہ	•	•	•
۷۳۷	۱۳۳۶	•	ہری ہر اول	•	•
۷۴۰	۱۳۳۹	علاء الدین	•	•	•
۷۴۰	۱۳۳۹	قطب الدین فیروز	•	•	•
۷۴۱	۱۳۴۰	دامغان شاہ غیاث الدین	•	•	•
۷۴۴	۱۳۴۳	•	بکا رائے اول	•	•
۷۴۵	۱۳۴۴	ناصر الدین محمود	•	•	•
۷۴۸	۱۳۴۷	•	•	علاء الدین بہمن شاہ	•
۷۵۲	۱۳۵۱	•	•	•	فیروز شاہ
۷۵۷	۱۳۵۶	عادل شاہ	•	•	•
۷۶۰	۱۳۵۸	•	•	محمد شاہ اول	•
۷۶۱	۱۳۵۹	مبارک شاہ	•	•	•

سنہ ہجری	سنہ عیسوی	سلاطین معبر	راجگان بیجانگر	سلاطین بہمنیہ	سلاطین دہلی
۷۷۴	۱۳۷۲	سکندر شاہ	•	•	•
۷۷۷	۱۳۷۵	•	•	مجاہد شاہ	•
۷۸۰	۱۳۷۸	•	•	داؤد شاہ	•
۷۸۰	۱۳۷۸	•	•	محمد شاہ دوم	•
۷۸۱	۱۳۷۹	•	ہری ہر دوم	•	•
۷۹۰	۱۳۸۸	•	•	•	تغلق شاہ
۷۹۰	۱۳۸۸	•	•	•	ابوبکر شاہ
۷۹۲	۱۳۸۹	•	•	•	محمد شاہ چہارم

مآخذ تالیف

(۱) تقویم البلدان — ابوالفدا حموی " — طبع یورپ سنہ ۱۸۴۰ء

(۲) تاریخ وصاف — عبداللہ بن فضل اللہ شیرازی — " بمبئی سنہ ۱۲۶۹ء

(۳) تاریخ فیروز شاہی — ضیاء الدین برنی — " کلکتہ سنہ ۱۸۶۲ء

(۴) طبقات اکبری — نظام الدین احمد ہروی — " لکھنؤ سنہ ۱۸۷۵ء

(۵) منتخب التواریخ — عبدالقادر بدایونی — " لکھنؤ سنہ ۱۸۶۸ء

(۶) تاریخ فرشتہ — محمد قاسم فرشتہ — " لکھنؤ سنہ ۱۸۶۴ء

(۷) آئین اکبری — ابوالفضل بن مبارک — " لکھنؤ سنہ ۱۸۶۹ء

(۸) سفرنامہ ابن بطوطہ محمد حسین ایم اے لاہور ۱۸۹۸ء
(۹) سیاحت موسیو تھیونو ـ ـ ـ آگرہ ۱۸۹۶ء

(10) Mrs. L. Fletcher, " Ibn Batutah in Southern India, Madras Journal of Literature and Science, 1888—9.

(11) Nelson, Manual of the Madura Country, Madras, 1868.

(12) E. Thomas, Chronicles of the Pathan Kings of Delhi, London, 1871.

(13) V.A. Smith, Early History of India, London, 1909.

(14) R. Sewell, Forgotten Empire, Vijayanagar, London, 1900.

(15) K. Aiyangar, Ancient India, London, 1900

(16) L. White King and R. H. C. Tufnell, Coins of the Muhammaden Viceroys in southern India (Tufnell's Hints to Coin-Collectors in Southern India—Madras, 1884, p. 55

(17) C. J. Rodgers, Coins of the Muhammaden Kings of Ma'bar, J. A. S. B. Vol. 64 (1895) p. 49.

(18) T.M. Ranga Chari and Desika Chari. Some Unpublished Mu'bar Coins, Indian Antiquary, Vol. 31 (1902) p. 232.

(19) E Hultzsch, The coinage of the Sultans of Madura, J. R. A. S., 1909, p. 667.

(20) Epigraphia Indica.

خطباتِ عالیہ

(ہر سہ حصہ مجلد)

ہمارے ناظرین کو معلوم ہے کہ ۱۸۸۶ء سے ۱۸۹۷ء تک آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کے چالیس اجلاس ہندوستان کے مختلف شہروں میں منعقد ہو چکے ہیں۔ ہر سال ہندوستان کا کوئی مشہور و ممتاز فاضل اجلاس کا صدر ہوتا ہے جس کا خطبہ صدارت عموماً نہایت مفید و بیش بہا معلومات کا ذخیرہ ہوتا ہے اور خصوصیت کے ساتھ خطبہ میں تمام اہم تعلیمی مسائل پر بحث کی جاتی ہے۔ خطبات عالیہ ان چالیس خطبات صدارت کا مجموعہ ہے جس میں ۱۹۴۷ء تک کے تمام صدارتی خطبے سلسلہ وار جمع کر دیئے ہیں لیکن صرف اسی پر قناعت نہیں کی گئی، بلکہ ہر خطبہ سے پہلے ہر صدر کی دلچسپ و معتبر سوانح عمری اور فوٹو بھی شامل کیا ہے، جس نے ان خطبات کی دلچسپی کو اور بڑھا دیا ہے پہلی جلد میں ۲۰ خطبے مع حالات و تصاویر ہیں اور دوسری، تیسری جلد میں دس دس، اصحاب کے حالات و خطبات و تصاویر ہیں۔

اس کتاب کی وجہ سے بہت سے اُن مشاہیرِ ہند و رہ نمایانِ قوم کے خیالات و حالات محفوظ ہو گئے ہیں جو کبھی کانفرنس کے صدر رہ چکے ہیں مثلاً نواب محسن الملک، نواب عماد الملک، مولوی محمد سمیع اللہ خاں، سر مہاراجہ صاحب محمود آباد، سردار محمد حیات خاں، شمس العلماء مولانا حالی، نواب صاحب ڈھاکہ، سر ابراہیم رحمت اللہ، خان بہادر میاں فضل حسین، سر عبدالرحیم، خان بہادر سر شیخ عبدالقادر صاحب وغیرہ وغیرہ

اس کتاب کے شائع ہونے سے گویا مسلمانوں کی چہل سالہ تعلیمی تاریخ محفوظ ہو گئی اور اب ہر شخص اس کتاب کی تینوں جلدیں سامنے رکھ کر یہ معلوم کر سکتا ہے کہ گزشتہ ۴۰ سال کے زمانہ میں مسلمانوں نے تعلیم میں کس قدر ترقی کی ہے اور کس قدر تعلیمی مباحث و مسائل اس مدت میں پیدا ہوئے اور اُن کا کیا انجام ہوا۔ نیز یہ کہ مسلمانوں کی تعلیمی ضروریات کے متعلق ماہرینِ فن اور رہ نمایانِ تعلیم کے کیا خیالات ہیں۔ غرض اس کتاب کا ایک دفعہ کا مطالعہ پڑھنے والے کے دماغ میں بیش بہا معلومات کا ایک ذخیرہ جمع کر دے گا اور اس کو مسلمانوں کے تعلیمی معاملات کے متعلق زبردست بصیرت حاصل ہو جائے گی

ہر حصہ علیحدہ علیحدہ مجلد ہے، جلد نہایت خوب صورت، پشت پر طلائی حروف میں کتاب کا نام، قیمت ہر سہ حصہ عـہ کلدار اور عـہ سکہ حالی، جو کتاب کے مضامین و مطالب و عکسی تصاویر اور حسن طباعت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔

ملنے کا پتہ: صدر دفتر کانفرنس، سلطان جہاں منزل، علی گڑھ

وقارِ حیات

یعنی

نواب وقار الدولہ وقار الملک مولوی حاجی محمد مشتاق حسین صاحب سابق ریونیو سکرٹری گورنمنٹ نظام و

آنریری سکرٹری محمڈن کالج و بانی آل انڈیا مسلم لیگ

کی

نہایت مفصل مکمل و دلچسپ و پُر از معلومات سوانح عمری جو ایجوکیشنل کانفرنس نے

علی گڑھ کی پنجاہ سالہ جوبلی کے موقع پر شائع کی

یہ سوانح عمری درحقیقت مسلمانوں کی گزشتہ پنجاہ سالہ زمانہ کی تعلیمی سیاسی اور قومی تاریخ اور عجیب و غریب

واقعات کا مرقع ہے حیدر آباد، علی گڑھ تحریک اور اسلامی پالٹیکس کے متعلق بہت سے پُر اسرار و مخفی حالات

اس کتاب سے معلوم ہوتے ہیں جو کسی دوسرے طریقے سے نہیں معلوم ہو سکتے

مع مقدمہ

نوشتہ نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا حاجی محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی رئیس حبیب گنج

مطبوعہ مسلم یونیورسٹی پریس کاغذ عمدہ سفید تقطیع ۲۰×۲۶ کتابت و طباعت نفیس ضخامت تقریباً ۹۰۰ صفحے مع فوٹو نواب صاحب

قیمت غیر مجلد ۵ کلدار ۶ حالی قیمت مجلد پشت پر طلائی حروف میں کتاب کا نام ۶ کلدار ۷ حالی

ملنے کا پتہ: صدر دفتر کانفرنس سلطان جہان منزل علی گڑھ